



## یہ قصور میرا ہے از قلم: جیا عباسی

رات آخری پہر جب اس کی آنکھ کھلی کمرے میں گھوپ اندھیرا تھا رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں بھی سو جی تھی سر بھی درد سے پھٹ رہا تھا۔

"اُف اللہ!!! ایک تو یہ شخص مجھے مشکل وقت میں ہی کیوں یاد آتا ہے جبکہ میرے دل میں تو اس کے لیے کوئی احساس نہیں پھر بھی وہ مجھے کیوں یاد آتا ہے۔

خیر!! آج جو تماشا ہوا یہ ٹھیک نہیں اب تو بابا بھی میرے ساتھ نہیں اور یہاں کے لوگ مجھے رہنے نہیں دیں گے۔

لیکن۔۔۔ لیکن میں کب تک چھپ سکتی ہوں جہاں جاؤنگی یہ ہی ہوگا آج تو وہ سب وارننگ دے کر گئے ہیں اس سے پہلے کچھ بُرا ہو مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔

یا اللہ!! کیسی دنیا ہے یہ کیوں لوگ سکون سے نہیں رہتے اور نہ دوسرو کو رہنے دیتے ہیں۔"

اس کی آنکھوں سے گرم سیال بہہ رہے تھے اور کھڑکی کے اس پار بادلوں کی جھرمٹ میں چاند بھی اس کے غم میں چھپ سا گیا اور بادل بھی اس کے غم میں غمگین اپنی پوری آب و تاب سے برسنے لگے۔

\*\*\*\*\*

وہ کھڑکی کے سامنے کھڑا باہر کا منظر دیکھ رہا تھا بارش زور و شور سے برس رہی تھی کہ اچانک کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور اس کا ملازم اندر آیا۔

"سر!!"

"کیا ہوا کچھ خبر ملی؟"

"نہیں سر وہ اس گھر میں اب نہیں رہتی وہاں کے مالک مکان کا کہنا ہے کہ وہ اب گھر بیچ کے چلے گئے ہیں۔"

کہا گئے ہیں یہ ان لوگوں کو بھی نہیں پتہ آس پڑوس سے بھی معلوم کیا پر سر کچھ عجیب تھا جس جس سے معلوم کیا ان سب کا کچھ الگ ہی عجیب انداز تھا۔

"کیا مطلب کیسا انداز؟"

"پتہ نہیں سر!! پر سب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور صحیح سے جواب بھی نہیں دے رہے تھے اور وہاں سر اس گھر کے برابر میں ایک گھر ہے وہاں ایک لڑکی اور ایک عورت رہتی ہے۔ مجھے شک ہے کہ وہ کچھ جانتی ہیں پر میرے لاکھ پوچھنے پر بھی ان دونوں ماں بیٹی نے کچھ نہیں بتایا اور۔۔۔"

وہ ابھی بول ہی رہا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی دھاڑ نے اس کی بولتی بند کر دی۔  
 "میں نے آخر تمہیں رکھا کس لیے ہے کہ تم ہاتھ ہلاتے ہوئے آ جاؤ۔ ایک کام تم سے نہیں ہو سکا۔"

"سوری سر!! میں نے بہت کوشش کی پر۔۔۔"  
 "بس!!" وہ چلایا۔

"اب جاؤ۔ کل میں خود جاؤنگا۔"  
 اس کے کہتے ہی ملازم اپنی خیر مناتا باہر چلا گیا اور وہ شخص وہاں کھڑا پُر سوچ انداز میں باہر دیکھتا رہا۔

"آخر کبھی تو ملو گی۔۔۔ بس۔۔۔ بس ایک بار مل جاؤ۔۔۔"

تم جہاں بھی ہو میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ اپنے ایک ایک لمحے کا حساب لوں گا۔"

وہ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے پانچ سال پہلے کے منظر میں کھو گیا جہاں وہ اس سے پہلی بار ملا تھا اور تب سے اس کی دنیا ہی پلٹ سی گئی تھی۔

\*\*\*\*\*

ماضی :

"بریرہ بیٹا سب پیک کر لیا نا؟" وہ اس کے کمرے میں آ کر پوچھنے لگے۔  
 "جی پاپا پر میرا دل نہیں کر رہا۔ آپ کیوں مجھے خود سے اتنی دور بھیج رہے ہیں؟ میں یہی کسی یونیورسٹی سے اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر لوں گی۔"  
 بریرہ اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے خفگی سے بولی۔  
 "نہیں بیٹا کچھ سال کی تو بات ہے پھر میری بیٹی واپس اپنے پاپا کے پاس آ جائے گی اور میں چاہتا ہوں میری بیٹی اچھی تعلیم حاصل کرے۔"  
 وہ بھی دکھی تھے اپنی بیٹی کی جدائی سے اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھی اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اسے یہاں سے کیوں بھیج رہے ہیں۔  
 "اچھا چلیں آج کا پورا دن ہم لوگ باہر گزارے گئیں بس۔ پھر تو میں امریکہ چلی جاؤں گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

احمد صاحب نے پیار سے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کو تیار ہونے کا کہہ کر خود باہر چلے گئے۔

"کاش پاپا میں آپ کی بیٹی نہیں بیٹا ہوتی پھر ہم بھی سر اٹھا کر جی سکتے یا پھر آپ نے ماما سے شادی نہ کی ہوتی تو ہماری زندگی میں بھی سکون ہوتا۔"

بریرہ جاتے ہوئے باپ کی پشت کو دیکھ کر بس سوچتی رہے گی۔ اُف اللہ!! کس دن میں سر اٹھا کر جی سکونگی۔

\*\*\*\*\*

کراچی شہر جو ایک زمانے میں روشنیوں کا شہر کہلایا جاتا تھا۔ اس کے مشہور علاقے میں احمد علی اپنی فیملی کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتے تھے۔

ان کی بیگم مسز آمنہ سے ان کی شادی کو چار سال ہی گزرے تھے کہ ایک حادثے میں آمنہ بیگم وفات پا گئی۔ ان کی وفات کے بعد احمد صاحب نے اپنے آپ کو اس قدر کام میں مصروف کر لیا کہ وہ بریرہ کو بھی ٹائم نہیں دے پاتے تھے۔

اپنی مصروفیت کے زیر نظر احمد صاحب نے بریرہ کے لیے ایک آیا رکھ لی تھی۔ جو بریرہ کو ہمیشہ اپنی بیٹی کی طرح ہی پیار کرتی تھی۔ "بی جہان" کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے وہ بریرہ کو اپنی بیٹی ہی مانتی اور آج وہ ان سے دو ایک دوسرے ملک میں جا رہی تھی جس کی وجہ سے وہ بہت اداس تھی۔

"بی جان!! بی جان۔۔۔"

بریرہ بی جہان کو ہمیشہ بی جان کہہ کر پرکارتی تھی۔ بی جان کچن میں کام کر رہی تھی جب وہ ان کو آواز دیتی کچن میں آئی۔

"کیا ہوا بیٹا؟" بی جان نے سوال کیا۔

"بی جان میں اور پاپا باہر جا رہے ہیں۔ آپ بھی جلدی چلیں یہ سب چھوڑ دیں کام وام۔" ان کے گلے میں وہ ہاتھ ڈال کر پیار سے بولی۔

"ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ لڑکی میں اس عمر میں گھوم پھر نہیں سکتی ویسے بھی پاؤں میں بہت درد ہے۔ تم لوگ جاؤ میں گھر میں ہی آرام کرونگی۔"

"پر بی جان۔"

"پرور کچھ نہیں اب جاؤ۔"

"اچھا چلیں ٹھیک ہے ہم جلدی آجائیں گے۔"

"ہاں جلدی آنا۔ آج رات کی فلائیٹ سے تمہیں جانا بھی ہے۔"

"جی! بی جان اب جاؤ یا اور کوئی حکم؟"

"بد معاش جاؤ اور جلدی آنا۔" وہ پیار سے دیکھتے ہوئے اُسے بولی۔

"جی۔" وہ سر ہلاتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

پورا دن وہ اپنے پاپا کے ساتھ گھومنے پھرنے کے بعد اب اپنی دوست سے ملنے اس کے گھر آئی تھی۔

"پاپا آپ جانیں میں عنایہ کے ساتھ واپس آ جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے بیٹا خیال رکھنا اور جلدی آ جانا۔"

انہوں نے بیٹی کو ہدایت دی اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ بریرہ نے مڑ کر بیل بجائی۔

ابھی اسے بیل بجائے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب عنایہ نے آکر فوراً دروازہ کھولا۔

"کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں اور تم اب آرہی ہو خیر چلو اندر آؤ۔"

عنایہ اور بریرہ دونوں روم میں آگئی تھیں۔ جب عنایہ بولی۔



"کیا یار! کیوں جا رہی ہو تم مت جاؤ نہ تم نے کہا تھا کہ ہم دونوں دوست ایک ساتھ سب کام کرینگے اور اب تم مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہی ہو۔" that's not fair

"کیوں تمہیں نہیں پتہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ پاپا چاہتے ہیں میں یہاں سے چلی جاؤں اور ہمیشہ کے لیے امریکہ شفٹ ہو جاؤں اور کچھ عرصے بعد پاپا بھی اپنا بزنس سمٹ کر وہاں آجاتے۔ پر میں نے منع کر دیا بہت مشکلوں سے صرف اس بات پر مانے ہیں کہ میں ابھی اپنی پڑھائی کے لیے باہر چلی جاؤں۔ پاپا اس بات کو ظاہر نہیں کر رہے کہ وہ کیونکہ مجھے یہ سے بھیج رہے ہیں لیکن میں جانتی ہوں۔ وہ نہ بھی بولیں مجھے تب بھی سب پتہ ہے۔" بریرہ کی بات پر عنایہ بولی۔

"اور تمہیں کیا لگتا ہے۔ بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا لوگوں کے منہ بند ہو جائیں گئے؟" مجھے پتہ ہے۔ کسی کا منہ بند نہیں ہوگا۔ میرے مرنے کے بعد بھی نہیں لیکن میں پاپا کو اپنی وجہ سے متکلف میں نہیں دیکھ سکتی اس لیے میرا جانا ہی ٹھیک ہے۔" بریرہ اداسی سے بولی۔

"چلو خیر چھوڑو اور تمہیں جانا نہیں ہے کیا اب کچھ ہی ٹائم رہ گیا ہے تمہاری فلائیٹ میں۔" بریرہ کو اداس دیکھ کر عنایہ نے فوراً بات بدلی۔

"ارے ہاں!! جلدی کرو کہیں دیر نہ ہو جائے۔" بریرہ نے بھی عنایہ کو فوراً اٹھنے کا اشارہ کیا  
عنایہ جلدی سے واش روم میں چلی گئی تاکہ بریرہ کے ساتھ انٹرپورٹ جاسکے۔

\*\*\*\*\*

رات کے دس بجے تھے جب وہ لوگ انٹرپورٹ پہنچے۔  
بریرہ سب سے مل ہی رہی تھی جب احمد صاحب بولے۔

"بیٹا اپنا خیال رکھنا اور کوئی مسئلہ ہو تو مجھے بتا دینا میں آ جاؤں گا۔"

بیٹی کو پہلی دفعہ خود سے اتنا دور کرنے کو احمد صاحب کا دل بھی نہیں مان رہا تھا پر حالات کچھ  
اور ہوتے تو وہ بھی اسے خود سے دور نہ کرتے۔

"آپ فکر نہ کریں پاپاسب ٹھیک ہوگا۔"

بریرہ نے باپ کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر ان کو تسلی دی پھر عنایہ اور بی بی جان سے مل کر  
اندر چلی گئی اس کی فلائیٹ کی انوائسمنٹ ہو رہی تھی۔ وہ جا رہی تھی سب سے دور سکون  
کے لیے یہ جانے بغیر کے آنے والا وقت اس کے لیے کیا مصیبت لانے والا ہے۔

\*\*\*\*\*

آج اسکا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا۔ وہ نرگس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ نرگس اس کی روم میٹ تھی وہ بھی پاکستان سے ہی آئی تھی اور دونوں کو ایک ہی روم ملا تھا ان دونوں کے ساتھ میری بھی تھی جو ان کا روم شیر کر رہی تھی۔ بریرہ کے ہوسٹل پہنچتے ہی اس کی ملاقات ان دونوں سے ہو گئی۔

نرگس اور میری کی خوش مجازی کی وجہ سے ان تینوں کی دوستی ہو گئی تھی اور اب وہ دونوں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں جب میری بھی انکے پاس آ گئی۔

"تم کہاں رہے گی تھیں؟" نرگس بولی۔

"یار وہ ایک دوست مل گئی تھی تو بس اس سے ہائے ہیلو کر رہی تھی۔" میری گُرسی پے بیٹھتے ہوئے بولی۔

www.urdu novels mania.com

"یہ کلاس کب شروع ہو گئی۔" بریرہ نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہو جائے گی۔ ویسے بھی اتنی جلدی کیا ہے۔" بریرہ کی بات سن کر نرگس بدمزہ ہوتے ہوئے بولی۔

"ہاں تمہیں جلدی کیا ہے۔ پڑھائی سے تو ویسی جان جاتی ہے بس باتیں کروالو۔" بریرہ بھی منہ بنا کے بولی۔

"ارے! کیا تم دونوں لڑنا شروع ہو گئی وہ دیکھو سر آرہے ہیں جلدی سے سیدھے ہو کر بیٹھو۔" میری نے سر کو آتے دیکھ کر کہا۔

سر جو سن کے کلاس میں آتے ہی سب اپنی جگہ بیٹھ گئے تھے۔ ابھی کلاس شروع ہی ہوئی تھی کہ ایک دم کلاس روم کے دروازے پر دستک ہوئی سب کی نظریں دروازے کی طرف اُٹھی اور لڑکیوں کی نظریں تو جیسے پلٹنا ہی بھول گئیں۔

\*\*\*\*\*

وہ تینوں کینٹین میں بیٹھی برگرسے پورا پورا انصاف کر رہی تھی تبھی میری بولی۔

"یار تم نے وہ لڑکا دیکھا تھا نا۔ جو آج کلاس میں آیا میں تو دیکھتی ہی رہے گئی تھی کتنا ہینڈسم تھا نا وہ اور تم نے دیکھا زگس کیا اسٹائل تھے اس کے لڑکیاں تو پاگل ہی ہو گئیں۔"

میری نے کہتے ہوئے زگس کی طرف دیکھا۔

"ہاں!! اچھا تھا پر میرے برگر سے زیادہ نہیں اس سے اچھا تو پوری دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔" اس کی بات سن کر میری اور بریرہ کی ہنسی چھوٹ گئی کیونکہ زگس کی ہر بات کھانے سے شروع ہوتی اور کھانے پے ہی ختم۔

ابھی وہ تینوں کھانے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھی جب وہی لڑکا کینٹن کے دروازے سے اندر آتا ایک کرسی پر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

\*\*\*\*\*

وہ چاروں کینٹن میں کاؤنٹر کی طرف ہی ایک ٹیبل پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب میری کی توجہ اپنی ٹیبل کی طرف دیکھ کر پیٹر بولا۔

"دیکھ بھائی کیا لڑکی ہے اور تجھے ہی دیکھ رہی ہے۔"

"پیٹر وہ اسے ہی دیکھے گی تجھے نہیں اب بچاری کو تیری چُسنی شکل دیکھ کے ہنس ہنس کے مرنا تھوڑی ہے۔"

"تم لوگ اپنی بکواس بند کرو۔"

رایان نے ایڈم اور پیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو ایک دوسرے کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو کچا چبا جائینگے۔

"ویسے یا رمانا پڑے گا۔ تیرے آتے ہی کلاس میں ہلچل سی مچھ گئی تھی۔"

رایان بھی اپنے سامنے بیٹھے دوست کی طرف دیکھ کر بولا۔ جو ان لوگوں کی باتوں سے منہ پر بیزاری لائے ہوئے ناگواری سے بولا۔

"۔ I don't care اس نے ہنکار بھرا۔

"مجھے ان لڑکیوں میں زرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔

مجھے نفرت ہے ان سے۔ یہ آج کسی کی ہیں تو کل کسی کی ان کا دین ایمان صرف پیسہ ہے۔

پیسہ پھینکو اور تماشا دیکھو۔ یہ ٹشو پیپر کی طرح ہیں استعمال کرو اور پھینک دو۔ میری "کیف

خان" کی نظر میں اس سے زیادہ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"اچھا بس اب باتیں ہی کرتے رہنا ہے یا کچھ کھانا بھی۔"

کیف کے چہرے پہ غصے کو دیکھتے ہوئے جلدی سے رایان بولا اور کاؤنٹر کی طرف آگیا۔

بریرہ جو کب سے کاؤنٹر پر کھڑی اپنے کھانے کی چیزیں لے رہی تھی کیف کی ساری بات

سن چکی تھی رایان کے وہاں آتے ہی اپنا سامان لے کر ٹیبل کی طرف چلی گئی جہاں نرگس اور

میری بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"اُف کس قدر گھٹیا سوچ ہے۔ پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو۔"

ان سب کی ٹیبل کاؤنٹر کے قریب تھی اس لیے اُس نے با آسانی ان لوگوں کی ساری بات سن لی تھی۔ وہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ کر کیف کی باتوں کو سوچ رہی تھی۔ تب زرگس بولی۔

"کیا اتنی دیر لگا دی۔ جلدی نہیں لا سکتی تھیں۔"

"تو موٹی خود لے آتی۔" بریرہ نے بھی تپ کر جواب دیا۔

"یار میں اس کے پاس جاؤں دوستی تو کر ہی سکتے ہیں۔" میری کی سوئی تو بس کیف پر ہی آٹکی تھی۔

"بیٹھے رہو ادھر۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔"

"کیوں؟" بریرہ کا روکنا میری کو پسند نہیں آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"کیونکہ وہ۔۔۔" ابھی بریرہ بول ہی رہی تھی کہ اس کا فون بجنے لگا۔ پاپا کا نمبر فون پر جگمگاتا دیکھ کر بریرہ فوراً کینٹین سے باہر نکلی۔

"السلام علیکم!! پاپا کیسے ہیں؟"

"وعلیکم السلام!! میں بالکل ٹھیک اور میرا بیٹا کیسا ہے؟"

باپ کی آواز سن کر بریرہ کے چہرے پے خوشی اتر آئی۔

"آپ کا بیٹا بھی بالکل ٹھیک ہے۔" بریرہ نے مسکرا کر کہا۔

"میری گڑیا کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہے وہاں پر؟"

"نہیں پاپا بے فکر رہیں اور اگر کچھ ہوا تو آپ کو بتا دوں گی۔"

"اچھا ابھی کہاں ہو؟" بریرہ کے پیچھے سے شور سن کر احمد صاحب نے پوچھا۔

"پاپا کینٹین میں ہوں۔"

"اچھا لگتا ہے غلط وقت پر فون کر دیا۔"

"نہیں پاپا ابھی تو فری تھی۔ ابھی کوئی کلاس نہیں۔" وہ جانتی تھی کہ وہ اس کو اکیلے اتنا خود

سے دور بھیج کر کتنے پریشان تھے اس لیے فوراً بولی۔

"اچھا چلو میں رات کو فون کرونگا ابھی آپ کی آواز سن لی یہی بہت ہے۔" وہ مسکرا کر

بولے۔

"اوکے پھر میں رات کو انتظار کروں گی اپنا خیال رکھے گا ٹھیک ہے۔"

"ہاں میری ماں!! رکھونگا اور آپ بھی۔ چلو اب اچھے سے پڑھائی کرو۔"

"اوکے پاپا بابائے۔"

فون بند کر کے ابھی وہ پلٹی ہی تھی کہ سامنے سے آتے شخص سے بُری طرح ٹکرائی۔

"اوہ!! سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔"



بریرہ نے نیچے گرافون اٹھاتے ہوئے کہا اور چہرہ اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جس کے چہرے پہ ناگواری اُتر آئی تھی۔

"ہاں!! اگر آنکھوں کا استعمال کرتیں تو نہ ٹکراتیں یا شاید مردوں کو متوجہ کرنے کا کوئی طریقہ ہوگا تمہارا۔" کیف بریرہ کے چہرے پہ نظریں جمائے بولا۔

"مسٹر آپ کو شاید بہت ہی بڑی کوئی غلط فہمی ہے کہ ہر کوئی آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ آپ کی ٹائیپ کی لڑکیاں ہونگی جنہوں نے آپ کو سر چڑھا رکھا ہے۔ پر میں نہ تو ایسی ہوں اور نہ مجھے کوئی شوق آپ کو متوجہ کر آنے کا اپنی طرف سمجھے مسٹر۔"

یہ کہتے ہوئے وہ سیدھا کینیٹین کے اندر چلی گئی۔ کیف کا غصے سے بُرا حال تھا تبھی رایان بولا۔

"یہ ضرور ایشین ہے زبان دیکھی تم نے بالکل میری میمی کی طرح چلتی ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بول رہا تھا کہ کیف کی گھوری پر ایک دم اس کی ہنسی کو بریک لگا۔

"کہیں کی بھی ہو سب ایک جیسی ہوتی ہیں۔" کیف نے حقارت سے بول کر سر جھٹکا۔

اگلے دن میری نرگس اور بریرہ کلاس لینے کے بعد باہر گھانسن پر بیٹھی تھیں۔ جب اچانک بریرہ کو یاد آیا کہ وہ لائبریری سے کتاب اٹھانا بھول گئی تبھی نرگس اور میری کو چھوڑ کر لائبریری کی طرف چلی گئی۔

ابھی وہ لائبریری کے اندر جا ہی رہی تھی کہ ایک لڑکا بریرہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔  
"ہیلو بیٹی!!"

بریرہ نے ناگوار می سے اسے دیکھا اور سائڈ سے نکلنے لگی کہ وہ لڑکا پھر ڈھٹائی سے سامنے آیا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں۔"

بریرہ نے اپنے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا ابھی اس کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا اس لڑکے سے الجھنے کا اس لیے اُس نے واپس پلٹنے کا سوچا ابھی وہ مڑی ہی رہی تھی کہ اس لڑکے نے بریرہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بس تبھی بریرہ کی برداشت جواب دے گئی اور ایک زوردار تھپڑ اس لڑکے کے منہ پہ رسید دیا۔ ارد گرد کے سارے لوگ رک کر انھیں دیکھنے لگے۔ لوگوں کی توجہ اپنی طرف دیکھ کر وہ لڑکا اپنا غصہ ضبط کر گیا اور بریرہ ایک ناگوار سی نظر اس لڑکے پر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔

کیف جو کلاس سے باہر نکل کر لائبریری کی طرف آ رہا تھا سامنے کا منظر دیکھ کر وہی رک گیا اور بریرہ اس کے سامنے سے ہوتی ہوئی نرگس اور میری کی طرف چلی گئی۔ کیف بس اسکو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

\*\*\*\*\*

وہ لڑکا کلاس میں آیا تو اس کا غصے سے بُرا حال تھا۔

"!! Bloodybitch"

"سمجھتی کیا ہے خود کو۔" وہ بڑبڑایا۔

کلاس شروع ہونے میں ٹائی م تھا۔ اس لیے کلاس ابھی خالی ہی تھی۔ سامنے سے اس کا دوست چلتا ہوا آیا۔

"کیا ہوا کر سٹن اتنا غصہ کیوں کر رہے ہو؟" روبٹ اپنے دوست کو غصے میں دیکھ کر بولا۔

"وہ لڑکی سب کے سامنے مجھ پر ہاتھ اٹھاتی ہے ایک دنیا میری دیوانی ہے اور آج میں پہلی بار خود سے ایک لڑکی کے پاس گیا اور وہ Bitch مجھے تھپڑ مارتی ہے۔ چھوڑنگا نہیں۔"

"یاد رکھ لینگے اُسے تو غصہ مت کر۔" روبٹ ابھی بول ہی رہا تھا جب کیف چلتا ہوا کلاس میں آیا اور اپنی چیر پر بیٹھ گیا۔

کرسٹن نے ناگواری سے کیف کو دیکھا کیونکہ جب سے وہ آیا تھا ساری لڑکیاں اُس کے بارے میں بات کر رہی تھیں بس ایک بریرہ تھی جس کو کیف کے ساتھ لڑتے دیکھ لیا تھا اس لیے اُس سے دوستی کرنے اُس کے پاس پہنچ گیا تاکہ کیف کو نیچا دیکھا سکے پر اب بریرہ کے تھپڑ نے بھی اس کا پارہ اور ہائی کر دیا تھا۔

\*\*\*\*\*

احمد صاحب اپنے آفس میں بیٹھے بریرہ کی تصویر کو دیکھ رہے تھے کچھ دیر بعد ان کو میننگ کے لیے جانا تھا۔

"بریرہ کاش لوگ سمجھ پاتے تو میں کبھی تم کو خود سے اتنا دور نہ بھیجتا لیکن یہ ظالم لوگ تمہیں یہاں چین سے جینے نہیں دینگے۔"

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھے کہ ان کی سیکریٹری نے آ کے ان کو میننگ کا بولا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

آج ان کی مسٹر لقمان کے ساتھ میٹنگ تھی۔

مسٹر لقمان شاہ جانے مانے بزنس مین تھے۔ لیکن احمد صاحب کی ترقی کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ پاٹرنشپ شروع کرنا چاہتے تھے اور آج اس سلسلے میں ہی انھوں نے میٹنگ رکھی تھی۔

\*\*\*\*\*

رات کے دس بج رہے تھے جب وہ کھڑکی کے سامنے کھڑی اپنی سوچوں میں گم تھی کہ نرگس کے بولنے پر اپنے خیالوں سے باہر آئی۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا بریرہ کیا ضرورت تھی اس لڑکے کو تھپڑ مارنے کی خاموشی سے وہاں سے واپس آ جاتیں۔"

"میں واپس ہی آرہی تھی پر اُس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میں کیا کرتی۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو میں نے مار دیا۔"

بریرہ نے منہ بنا کر جواب دیا۔

اب وہ اسے کیا بتاتی اُس کے لیے یہ سب باتیں کتنی ناگوار ہیں۔  
 "خیر چھوڑو یہ میری کہاں گئی ہے؟" بریرہ نے میری کے بیڈ کی طرف دیکھتے ہوئے  
 پوچھا۔

"اس کی کچھ دوست آئی تھیں۔ ان کے ساتھ گئی ہے۔ خیر ہم سو جاتے ہیں کل ہمارا ویسے  
 بھی بہت اہم ٹیسٹ ہے۔"  
 "ہاں ٹھیک۔"

بریرہ نے پلٹ کر کھڑکی کے پردے ٹھیک کیے اور آکر بیڈ پر لیٹ گئی۔ کرسٹن کو تھپڑ مارنے  
 کے بعد وہ بھی بہت گھبرا گئی تھی پر اب کچھ کر نہیں سکتی تھی جو ہو گیا وہ ہو گیا۔

\*\*\*\*\*

www.urdu novels mania.com

وہ بیڈ پر لیٹا مسلسل چھت کو گھور رہا تھا نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ تقریباً آدھے  
 گھنٹے سے سوچوں میں گم چھت کو گھور رہا تھا۔ پھر سر جھٹک کر آنکھیں بند کر تا کہ شاید  
 نیند آجائے۔ لیکن نہ نیند آئی تھی نہ آئی پھر وہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کے سامنے آکھڑا ہوا۔  
 "کیا ہو گیا ہے مجھے۔ کیوں میں اس کو سوچ رہا ہوں؟"

“whatthehellwithyoukaif“

وہ خود سے بڑھاتا ہوا مڑ کر واپس بیڈ کی طرف آیا اور سائنڈ ٹیبل سے گلاس اور شراب کی بوتل اٹھا کر پینے لگا۔ وہ ہمیشہ اپنے سکون کے لیے یہ ہی کیا کرتا تھا جب وہ کافی دیر تک یونی شراب پیتے پورا نشے میں اتر گیا تو واپس بیڈ پر لیٹ گیا اور یونی چھت کو گھورتے اُس کی آنکھ لگ گئی اور بالآخر وہ گہری نیند میں اتر گیا۔

آج ان لوگوں کا ارادہ یونی کے بعد شاپنگ پہ جانے کا تھا تو وہ کلاس ختم ہونے کے بعد یونی سے سیدھا شاپنگ کے لیے نکل گئیں۔ شاپنگ مال میں آ کے وہ کپڑوں کی دوکان میں کپڑے دیکھ رہی تھیں جب بریرہ کی نظر ایک گفٹ شاپ پر پڑی میری اور زگس کو ایک منٹ کا بول کر اس نے اپنے قدم گفٹ شاپ کی طرف بڑھا دیئے۔ وہاں آ کر وہ ایک فوٹو فریم دیکھنے لگی تھی۔

"یہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ جو مجھ سے ٹوٹ گیا تھا۔ پاپا کو کتنا پسند تھا وہ فریم۔"

فریم خرید کر وہ اور بھی چیزیں دیکھنے لگی ہی تھی کہ دولڑکے اس کے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے اس کو عجیب الجھن ہونے لگی فریم تو وہ لیے ہی چلی تھی۔ اس لیے مزید وہاں کھڑے ہونا بیکار تھا۔ وہ فوراً وہاں سے نکلی اور واپس اس ہی دوکان پر آئی جہاں کچھ دیر پہلے میری اور نرگس کھڑی کپڑے دیکھ رہی تھیں۔ پر ان کو وہاں نہ دیکھ کر اس کی پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا۔

"اب یہ کہاں چلی گئیں۔ ایک تو یہاں اتنا ٹائم ہو گیا۔ کہا بھی تھا میں رہنا بھی آئی پر نہیں صبر کہاں ہے۔ اب کہاں تلاش کروں۔"

وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ پھر وہی لڑک اس کی سائڈ پر آکر کھڑے ہو گئے وہ مال میں کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتی تھی ورنہ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اچھے سے سبق سکھاتی۔ وہاں سے ہٹ کر وہ آگے کی دوکانوں میں اُن کو دیکھنے لگی پر وہ دونوں اسے کہیں نظر نہ آئیں۔ اس کو رہ رہ کر ان دونوں پر غصہ آ رہا تھا۔ وہاں سے نکل کر باہر آئی تاکہ اُن کو فون کر کے باہر بلا لے ابھی اس نے فون کرنے کے لیے موبائل بیگ سے نکالنا ہی چاہا تھا کہ اُسے احساس ہوا کہ بیگ سے موبائل اور پیسے نکال لیے گئے ہیں۔ اس نے اچھے سے بیگ کو دیکھا پر وہ خالی تھا۔

"میرا موبائل، پیسے شٹ!! وہ لڑکے۔۔۔ اُف!!"



وہ چور تھے اور اپنا کام دیکھا کر جاچکے تھے۔

"اب کیا کروں۔ ایک تو ان دونوں کا نہیں پتہ اور وہ چور بھی سب اڑا لیے گئے۔ اب کیا کروں رات ہونے لگی ہے تھوڑی دیر انتظار کرتی ہوں۔ اگر نہ آئیں تو ہو سٹل چلی جاؤنگی۔"

کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب وہ لوگ نہ آئیں تو بریرہ نے سڑک پر چلنا شروع کر دیا۔ موبائل اور پیسے چوری ہونے کی وجہ سے اس نے ٹیکسی بھی نہیں لی غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور غصے کی وجہ سے دماغ بھی کام نہیں کر رہا تھا۔

\*\*\*\*\*

urdu  
novels mania

کیف یونی سے آنے کے بعد اپنے آفس چلا گیا تھا اور اب وہ سیدھا اپنے گھر آیا۔ اپنے ڈیڈ کے بزنس کو بھی وہ اب دیکھنے لگا تھا تو یونی کہ بعد سیدھا وہاں چلیے جاتا۔ وہ اپنے کمرے میں آیا اور بیڈ پر لیٹ گیا کچھ دنوں سے اس کی عجیب حالت ہو رہی تھی چاہ کر بھی وہ کسی چیز میں ٹھیک سے دھیان نہیں دے رہا تھا۔

"پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے مجھے۔ کیوں میں اس لڑکی کی فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔" وہ سر جھٹکتا آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر ہی گزری کے سائنڈ ٹیبل پر پڑا اسکا موبائل بجنے لگا اسنے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا تو رایان کا نمبر تھا اس نے فون کان سے لگا کر ہیلو کہا تو دوسری طرف سے رایان فوراً بولا۔

"کہاں ہے تو؟ یاد ہے نا آج ہم نے کلب میں ملنا تھا تو تیار ہوا کہ نہیں؟"

"آ رہا ہوں پانچ منٹ۔"

رایان کی بات کا جواب دیتا وہ اٹھا اور فون کاٹ کر سائنڈ ٹیبل پہ رکھ دیا اس کا دل ہر چیز سے ہٹ گیا تھا اور ایسا کیوں تھا۔ وہ خود سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ الماری سے کپڑے نکال کر ہاتھ روم میں گھس گیا۔ اب جو بھی تھا اُسے جانا تو تھا ہی دوستوں سے جو وعدہ کیا تھا۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

سرک پر چلتے چلتے اُسے احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ غلط راستے پر آگئی ہے۔ اس کو ان دونوں پہ غصہ آ رہا تھا جو جانے کہاں نکل گئیں اور اوپر سے موبائل اور پیسے بھی چوری ہو گئے۔ عجیب حالت تھی غصہ، بے بسی سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔ ابھی وہ ان ہی

سوچوں میں گم سڑک پر چل رہی تھی کہ پیچھے آتی بائی یک کی آواز آئی۔ پہلے سوچا لفٹ لے لیے لیکن پھر کوئی نئی مصیبت گلے نہ پڑ جائے اس خیال کے آتے ہی وہ خاموشی سے چلنے لگی کہ بائی یک والے نے بائی یک لا کر اس کے ارد گرد گھمائی شروع کر دی۔

"ہائے بے بی!! کہاں جا رہی ہو؟ آ جاؤ میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

"جہنم میں جا رہی ہوں۔"

اس کی بات سن کر بریرہ نے دل میں کہا پھر سر جھٹک کر آگے بڑھنے لگی کہ لڑکا بائی یک سے اُتر کر اس کے آگے آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بائی یک کی طرف کھینچنے لگا وہ کافی نشے میں تھا اور مسلسل بے ہودہ الفاظ منہ سے نکال رہا تھا۔ بریرہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک کے بعد ایک مصیبت اس کا دماغ بالکل ماؤف ہو چکا تھا سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔

"اُف اللہ!! اگر مجھے پتہ ہوتا آج یہ سب ہوگا تو کبھی باہر نہ نکلتی۔" وہ سوچتے ہوئے مسلسل اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ایک کار سڑک سے آتی دکھائی دی۔ اس لڑکے کی اس طرف پیٹھ تھی اور کچھ نشے کا بھی اثر تھا کہ وہ پیچھے سے آتی کار کی آواز تک نہیں سن سکا اور اچانک کار ٹھیک ان کے پیچھے آرکی۔

\*\*\*\*\*

ابھی نہا کروہ باتھ روم سے نکلا ہی تھا کہ پھر رایان کی کال آنے لگی۔  
 "ایک تو اس کو سکون نہیں۔"

اس نے کال کاٹ کر اس کو میسج کر دیا آنے کا اور ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا کر چابی اٹھاتا جلدی سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر کار کو روڈ پر نکالتا اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔  
 ابھی آدھا راستہ ہی طے ہوا تھا کہ سامنے ایک آدمی ایک لڑکی کے ساتھ زبردستی کرتا نظر آیا  
 پہلے تو سوچا

"چھوڑ کیا پرائے پھڑے میں پڑنا" لیکن پھر ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی مدد کو جا پہنچا۔  
 وہ ایسا ہی تو تھا بھلے عورتوں سے کتنی نفرت کرتا ہو حقیر سمجھتا ہو لیکن کسی کی مدد کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتا تھا یہ اس کے بابا کا دیا درس تھا جس کو وہ کبھی چاہ کر بھی بھولا نہیں  
 سکتا تھا۔

\*\*\*\*\*

بریرہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی تبھی اس کے منہ سے بہت دھیمی آواز سے بس اتنا ہی نکلا۔

”کیف!!“

وہ لڑکا جو بریرہ کو کھینچ کر اپنے بائی یک تک لیے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنے کندھے پر کسی کا بھاری ہاتھ دیکھ کر پیچھے مڑا ہی تھا کہ ایک زوردار مکا اس کے منہ پر پڑا نشے میں تو وہ ویسی تھا اس لیے فوراً منہ کے بل زمین پر جا گرا۔

کیف نے اُسے اٹھا کر اور دو تین گھونسنے مارے اور اس کو بائی یک کے اوپر پھینک دیا۔ کیف کا یہ روپ دیکھ کر بریرہ کو تھوڑا خوف سا محسوس ہوا۔ وہ وہاں سے کھسکنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ کہی پھر سے کوئی مصیبت گلے نہ پڑ جائے کہ اچانک کیف کی غصے سے بھری آواز کان میں پڑی۔

”یہاں کیا کر رہی ہو؟“

”وہ میں وہ۔۔۔“ بریرہ جو گھبراہٹ کی وجہ سے اُردو میں بول ہی رہی تھی جب کیف اس کی بات کاٹتا ہوا بولا۔

”کیا وہ میں وہ میں لگا رکھی ہے۔ اوہ میڈم یہ پارک نہیں ہے جو یہاں چل قدمی کرتی پھر رہی ہو اور وہ بھی اتنی رات کو۔“

وہ جہاں کیف کے اُردو بولنے پر حیران تھی وہیں دوسری طرف کیف کی بات سن کر بریرہ تپ ہی گئی تو فوراً بولی۔

"میں یہاں کوئی چہل قدمی نہیں کر رہی۔ میں تو بس اپنی فرینڈز کے ساتھ شاپنگ پر آئی تھی۔"

بریرہ کے یہ بولنے کی دیر تھی۔ جب کیف نے اس کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔  
 "فرینڈز، شاپنگ؟ اچھا لگ تو نہیں رہا۔" کہتے ساتھ ہی ایک طنزیہ مسکراہٹ چہرے سے اُسے دیکھا۔

کیف کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ اندر تک جل گئی۔

"میں اپنی فرینڈز کے ساتھ ہی آئی تھی۔ پروہ پتہ نہیں کہاں چلی گئیں۔ میں نے کافی دیر شاپنگ مال میں انتظار کیا پر جب وہ نہیں ملی تو میں وہاں سے نکل آئی اور میرا موبائل اور پیسے بھی چوری ہو گئے تو اس لیے پیدل ہو سٹل جا رہی تھی۔"

کیف کی نظر میں ایسا کچھ تھا جو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ صفائی دینے پر مجبور ہو گئی۔

"اچھی کہانی تھی انٹر سٹنگ!! سیدھے سیدھے بولو ڈیٹ پر آئی تھی۔"

"شٹ آپ!! بکواس بند کرو تم اپنی۔ تم نے میری مدد کی اس کے لیے شکریہ پر اپنی بکواس اپنے پاس رکھو۔"

کیف کھڑا بس بریرہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے بریرہ کی بات پر یقین نہ ہو۔ کیف کے ایسے دیکھنے پر وہ اور تپ گئی۔

مزید بھس کرنے کی ہمت نہیں تھی اس لیے مڑ کر جانے لگی تھی کہ کیف کی آواز پر وہی منہ ہو گئی۔

"بیٹھو گاڑی میں۔"

وہ کہہ کر مڑا اور گاڑی کے پاس جا کر دروازہ کھولتے ہوئے ایک نظر پھر بریرہ کو دیکھا جو ابھی تک وہی کھڑی تھی۔ کیف کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"آواز نہیں آرہی تمہیں کیا وہی کھڑے رہنے کا ارادہ ہے؟"

بریرہ کو اپنی جگہ سے نہ ہٹا دیکھ کر اس نے پھر کہا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"کیا کروں جاؤ یا نہیں ویسی اتنا کچھ ہو گیا آج ہی آج میں پر اکیلے جانا بھی ٹھیک نہیں رات ہوگئی اور سنسان راستہ بھی تو ہے۔"

وہ سوچ ہی رہی تھی کہ ایک بار پھر کیف کی آواز پر اپنی سوچ سے باہر آئی۔

"ٹھیک ہے کھڑی رہو یہیں۔" وہ بول کر گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا کہ بریرہ بولی۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں آرہی ہوں نا۔۔۔ جب احسان کر ہی دیا ہے تو پورا کرو۔" اور

بھاگتی ہوئی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"بول تو ایسے رہی ہے۔ جیسے خود احسان کر رہی ہو مجھ پر۔"

کیف نے اس کی طرف دیکھ کر سوچا اور گاڑی کو اسٹارٹ کر کے ہو سٹل کے راستے پر نکال۔

راستے بھران کی کوئی بات نہ ہوئی۔ کیف نے گاڑی ہو سٹل کے دروازے سے تھوڑا پہلے روکی۔

یوں تو وہ ایک آزاد ملک تھا لیکن اس کے برابر بیٹھی لڑکی کیسی تھی وہ اچھے سے جان گیا تھا۔ گاڑی کو سائنڈ پر روکتا وہ اس کے اُترنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ دروازہ کھول کر اُتر گئی۔

ابھی ایک قدم بڑھایا ہی تھا کہ کیف کی آواز پر مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"- Becareful"

بریرہ نے نا سمجھی سے کیف کو دیکھا اس کی نظروں کا مطلب سمجھ کر کیف فوراً بولا۔

"کر سٹن سے بچ کر رہنا۔ وہ تم سے تھپڑ کا بدلہ لینے کا ارادہ لیے ہوئے ہے۔ ایسا نہ ہو تمہیں نقصان پہنچا دے۔"

بریرہ حیران سی اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سامنے کھڑا شخص جو عورتوں سے نفرت کرتا ہے وہ یہ سب بول رہا ہے۔



اُدھر کیف بھی انہی باتوں پر حیران تھا۔ بریرہ کی نظریں خود پر جمی دیکھ کر کار کو بھگاتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

\*\*\*\*\*

بریرہ ابھی روم میں داخل ہی ہوئی تھی کہ میری کوکان میں ہینڈ فری لگائے گانے سنتا دیکھ اس کا دماغ ہی گھوم گیا اس نے بیڈ پر پڑا تکیہ اٹھا کے میری کی طرف پھنکا۔ وہ جو آنکھیں بند کر کے کرسی پر مزے سے براجمان ہوئے گانے سن رہی تھی اس افتاد کے لیے تیار نہ تھی اور تکیہ سر پر پڑتے ہی چکرا اٹھی۔ جونہی نظر اٹھا کر سامنے دیکھا بریرہ اس کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ ابھی میری کچھ بولتی کہ ہاتھ روم سے زرگس اپنے بال تولیے میں لپیٹے باہر نکلی بریرہ کو کھڑا دیکھ کر ابھی وہ کچھ بولنے کے لیے منہ کھولنے لگی کہ اس کے چہرے کے تاثر دیکھ کر واپس بند کر لیا۔

"تم کمینیوں!! کہاں چھوڑ کر بھاگ گئی تھی ہاں؟" بریرہ چلائی۔

"ہم۔۔۔ ہم چھوڑ کر گئے تھے؟ ہمیں لگا تم وہاں سے چلی گئیں۔ ہم نے تمہیں پورے مال میں ڈھنڈا پر تم کہیں نہیں ملیں۔ تمہارا فون بھی ٹرائی کیا پر وہ بھی بند۔ ہمیں لگا تم ہو سٹل

آگئی ہونگی اس لیے ہم یہاں آگئے پر تم یہاں بھی نہیں تھی۔ اب اگر تم تھوڑی دیر اور نہ آتی تو ہم میڈم کے پاس جا کر انظار م کر دیتے کہ تم غائب ہوگئی ہو اور پوچھنا تو ہمیں چاہیے کہ تم کہاں تھی۔"

نرگس کی بات پر میری بھی فوراً بولی۔

"ہاں بتاؤ کہاں تھی؟"

بریرہ جوان دونوں کو کھا جانے والی نظر سے دیکھ رہی تھی گہرا سانس لے کر سب بتاتی چلی گئی سوائے سڑک پر ہونے والے حادثے اور کیف کے بارے میں کہ کس طرح اس کی مدد کی۔

بریرہ کو ہوسٹل چھوڑنے کے بعد وہ واپس گھر آگیا تھا۔  
 رایان کی سارے راستے کال آرہی تھی اور وہ کاٹتا رہا۔  
 اب بھی فون مسلسل بج رہا تھا۔ تنگ آکر بالآخر اس نے کال اٹھالی۔  
 "ہیلو!!"

کیف کی آواز سننے ہی رایان نے سوال کی بوچھاڑ شروع کر دی۔  
 "کہاں ہے؟"

"کب سے کال کر رہا ہوں اٹھا کیوں نہیں رہا؟"  
 "سب تیرا انتظار کر رہے تھے۔ آیا کیوں نہیں؟"

"I'm busy."

رایان کے اتنے سوالوں پر مختصر سا جواب دے کر فوراً کال کاٹ دی اور وہ بس پر۔۔۔  
 پر۔۔۔ کرتا رہ گیا۔

فون کاٹ کر بیڈ پر پھنکا اور اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔  
 وہ اٹھا اور بالکنی میں آکر سیگریٹ جلا کر پینے لگا کافی دیر یونہی سیاہ آسمان کو دیکھتے ہوئے وہ  
 سوچ میں ڈوبا رہا اور پھر آخر کار وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

اگلے دن جب وہ یونی پہنچی تو اس کی نظریں کیف کو ڈھونڈ رہی تھی۔

اپنی پریشانی میں کل وہ اس کا شکریہ ادا کرنا تو بھول ہی گئی تھی اس لیے اب وہ اُس کو ڈھونڈ کر شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔

وہ اس کو ڈھونڈتی ہوئی کلاس، لائبریری سے ہو کر لاکر روم میں آہی رہی تھی کے سامنے کا منظر دیکھ کر دروازے پر ہی رک گئی۔

کیف جو میری کولا کر کے اوپر دھکا دے چکا تھا اور اب ایک تھپڑ لگانے والا تھا۔ بریرہ کو دیکھ کر فوراً وہاں سے نکالتا چلا گیا۔

بریرہ بھاگ کر میری کے پاس گئی جو اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔  
 "میں تو بس دوستی کرنا چاہتی تھی۔ پر اس نے مجھے اتنا زلیل کیا۔ اگر تم نہ آتی تو وہ مجھے تھپڑ بھی مار دیتا۔"

"اچھا تم رو نہیں واش روم میں جا کر فریش ہو میں ابھی آئی۔"  
 بریرہ کہتی ہوئی لاکر روم سے نکل کر کیف کو ڈھونڈنے لگی کچھ دیر پہلے جو شکریہ کا ارادہ تھا اب اس کی عقل ٹھکانے لگانے کا ہو گیا تھا۔

"مانا کہ عورت سے نفرت ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں دوسروں کو زلیل کرتا پھرے۔"

وہ اس کو ڈھونڈتی ہوئی کینٹین میں آئی تو سامنے ہی ایک ٹیبل پر بیٹھا وہ نظر آگیا۔ وہ فوراً اس کے سر پر جا پہنچی۔

"یہ کیا حرکت تھی؟ اگر تمہیں میری سے دوستی نہیں کرنی تھی تو منع کر دیتے یہ کونسا طریقہ تھا منع کرنے کا۔" بریرہ نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

کیف خاموشی سے بس اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔  
 "میں تم سے بات کر رہی ہوں آواز نہیں آرہی۔" کیف کو یوں خاموش بیٹھا دیکھ اس کا غصہ مزید بڑھ رہا تھا۔

کیف اپنا موبائل اٹھا کر اس کے مقابل کھڑا ہوا۔

"اول تو یہ کہ میں تمہیں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔

پر جب تم اتنا پوچھ ہی رہی ہو تو بتا دیتا ہوں۔ میں نے تمہاری دوست کی دعوت کو پہلے آرام سے ہی رد کیا تھا پر تمہاری ہی دوست کو عزت راس نہ آئی۔ زلیل ہونے کا شوق تھا تو میں کیا کرتا اور تمہاری دوست نے یہ تو ضرور بتایا ہو گا وہ کس قسم کی دوست کی بات کر رہی تھی۔" کیف نے کہتے ہوئے غور سے بریرہ کے چہرے کو دیکھا۔

جس کے چہرے پر کیف کی بات کو سمجھ کر ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔ وہ بس خاموشی سے کیف کو دیکھے جا رہی تھی تب کیف پھر بولا۔

"دوسرا یہ کے نفرت ہے مجھے تم جیسی لڑکیوں سے اپنی دوست کے غلط ہونے پر بھی اس کی حمایت میں آگئی۔

آئندہ میرے ساتھ اس ٹون میں بات کی تو اچھا نہیں ہوگا۔

جو تھپڑ میری کے نہیں لگایا وہ تمہارے لگانے میں دیر نہیں کرونگا۔ تمہاری مدد کی اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرے سر چڑھ جاؤ۔" وہ کہتا ہوا کینٹین سے نکل گیا اور بریرہ وہی ساکت سی کھڑی رہی۔

عجیب شخص تھا عورتوں سے دور بھاگنے والا۔۔۔ نفرت کرنے والا۔۔۔ مدد کرنے والا۔۔۔ عجیب تھا بہت عجیب تھا اور کیوں تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

\*\*\*\*\*

www.urdu novels mania.com

آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش بہت زور و شور سے برس رہی تھی۔ وہیں وہ تینوں اپنے روم میں بیٹھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ بریرہ نوٹس بنا رہی تھی جب میری اس کے پاس آئی۔

"تم نے کیف سے بات کی؟"

بریرہ کانوٹس بناتا ہاتھ رکا۔ اس نے سر اٹھا کر تاسف بھری نظروں سے میری کو دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں تم تو اُس سے بات کرنے کی تھی نا۔" اس نے الجھن بھری نظروں سے بریرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بریرہ کو میری کی بات سُن کر غصہ آنے لگا تھا۔

اس نے اُسے سمجھانے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ میری کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی رک گئی۔

وہ الگ دنیا سے تھی میری الگ۔۔۔ اس کا مذہب الگ تھا میری کا الگ۔۔۔ اس کی کچھ حدود تھی اور میری۔۔۔ وہ امریکہ جیسے ملک میں آئے بھی سر پر اسکارف لیتی تھی اور میری اس کے تو کپڑے بھی پورے نہیں تھے۔۔۔ یعنی سمجھانا بیکار تھا۔

بریرہ نے نوٹس سائنڈ پر رکھے اور میری کی طرف دیکھ کر بولی۔

"میری بات نہیں سنی اُس نے اور پہلے ہی منع کر دیا کہ وہ تمہارے ساتھ بلکہ کسی کے ساتھ بھی کسی قسم کی دوستی نہیں کرنا چاہتا۔" بریرہ کو یہ کہتے ہوئے کچھ فخر سا محسوس ہوا اور ایسا کیوں محسوس ہوا خود نہیں پتہ۔

میری اُداس چہرہ لیے اُٹھ گئی۔

بریرہ نے منہ موڑ کر زنگس کی طرف دیکھا اور تبھی اس کو ایک شرارت سو جھی۔

اس نے مڑ کر ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا اور پلٹ کر زگس کی طرف اُچھال دیا۔ وہ جو لیپ ٹاپ پر اپنے منکوح سے گفتگو میں مصروف تھی اب ایک چڑیل سی تصویر بنی بیٹھی تھی۔ پانی پڑنے کی وجہ سے سارے بال اُس کے منہ پر آ گئے تھے۔

سامنے اسکرین میں نظر آتا لڑکا پہلے تو حیرت بھری نظروں سے اپنی منکوح کو دیکھتا رہا۔ پھر لمحہ بھر بعد ایک چھت پھاڑ قمقمہ اسکرین سے نکل کر کمرے میں گونج گیا۔

زگس جو پہلے ہی اس حرکت سے غصے میں آ گئی تھی اب اپنے شوہر نامراد کو ہنستا ہوا دیکھ جل کر رہ گئی اور تکیہ اٹھا کر بریرہ کی طرف لپکی۔

زگس کو اپنی طرف آتا دیکھ بریرہ بھاگ کر واش روم میں گھس گئی۔ میری جو کچھ دیر پہلے اُداس بیٹھی تھی اب زگس کی حالت پر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ زگس نے تکیہ میری کے منہ پر دے مارا اور مڑ کر آواز لگائی۔

"کیمینی باہر آ چھوڑو نگنی نہیں۔"

بریرہ نے دروازہ کھول کر چہرہ باہر نکالا اور بولی۔

"کون ظالم چاہتا ہے آپ چھوڑیں پر پہلے پکڑیں تو سہی۔" کہتے ہوئے زگس کو آنکھ ماری۔

زگس حیرت سے منہ کھولے اُسے دیکھتی رہی اور پھر دونوں کی ہنسی کمرے میں گونج گئی۔



آج کراچی کا موسم کافی خوشگوار تھا۔ صبح سے ہلکی پھلکی بارش ہو رہی تھی۔ بی جان کچن سے نکل رہی تھی جب احمد صاحب کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا۔

"ارے!! آپ ابھی تو گئے تھے۔ اتنی جلدی واپس کیسے؟"

"ہاں دراصل مجھے آج رات کی فلائیٹ سے امریکہ جانا ہے۔ ایک میٹنگ کے لیے تو سوچا بریرہ کے لیے کچھ شاپنگ کر لوں۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے بریرہ کو بتایا آپ وہاں آرہے ہیں؟" بی جان نے احمد صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں میں اُس کو سر پرانز دینا چاہتا ہوں۔ اچانک مجھے وہاں دیکھ کر وہ بہت خوش ہو جائے گی۔"

"یہ تو ہے۔ میری طرف سے بھی اُسے بہت پیار دے گا پتہ نہیں کیسی ہوگی وہاں میری بچی۔"

"آپ فکرنہ کریں۔ ہماری بیٹی بہت بہادر ہے۔ وہ اچھی ہی ہوگی کم از کم یہاں سے تو وہاں ہی ٹھیک سے رہ رہی ہوگی۔" یہ کہتے ہوئے احمد صاحب کے چہرے پر اُداسی اُتر آئی۔

"اُداس نہ ہوں۔ اللہ سب ٹھیک کر دیگا بیٹا۔" بی جان نے انھیں اُداس دیکھ کر تسلی دی۔

"آمین!! اچھا میں فریش ہونے کمرے میں جا رہا ہوں۔ پھر بریرہ کے لیے شاپنگ کرنی ہے۔ آپ کو تو کچھ نہیں چاہیے؟"

"ارے!! نہیں بیٹا سب ہے۔ آپ جاؤ بس۔"

"چلیں ٹھیک ہے۔"

احمد صاحب کہتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

\*\*\*\*\*

کلاس آف ہوئی تو سب اسٹوڈنٹس آہستہ آہستہ کلاس سے باہر نکلنے لگے۔

سب کلاس سے باہر جا چکے تھے۔ سوائے کرسٹن اور روبٹ کے تبھی کرسٹن بولا۔

"آج کسی بھی طرح یونی کے آف ہونے تک اس لڑکی کو روک کے رکھنا ہے۔ کچھ بھی

کرو۔ یونی کے بند ہونے سے پہلے وہ یہاں سے جانی نہیں چاہیے۔"

"فکر نہ کرو کام ہو جائے گا۔"

روبوٹ نے کرسٹن کو تسلی دی اور شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجائے کلاس سے باہر نکل گئے۔

\*\*\*\*\*

بریرہ جولا نبریری میں کتابوں میں سر دنیے بیٹھی تھی۔ گھڑی میں ٹائم دیکھ کر تیزی سے اٹھی۔ ٹائم کافی ہو گیا تھا اور اُسے وہاں بیٹھے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ وہ اپنی چیزیں سمیٹتی جلدی سے اٹھی اور لائبریری سے باہر نکل گئی۔ تیز تیز قدم اٹھانے آگے بڑھ رہی تھی کہ پیچھے سے کسی نے آواز دی۔

"- Hey!! Listen"

"آپ بریرہ ہیں؟" [www.urdu novelsmania.com](http://www.urdu novelsmania.com)

بریرہ نے مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا پھر دھیرے سے بولی۔

"جی میں ہی بریرہ ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"میں اولیو!! دراصل آپ کی فرینڈز گس نے مجھے بھیجا ہے۔ اس کے سر میں چوٹ آئی ہے وہ

آپ کو بلارہی ہے۔"

"کیا کہاں ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے؟"

"جی میرے ساتھ چلیں۔"

بریرہ پریشان ہوتی ہوئی اولیو کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

ٹائم کافی ہو گیا تھا۔ اوپر کی کلاسز تقریباً خالی ہو چکی تھی۔ بریرہ اولیو کے پیچھے چل رہی تھی تبھی اولیو کا فون بجا۔

"سوری میری ضروری کال ہے مجھے جانا ہوگا۔ آپ کی فرینڈ وہاں اس کلاس میں ہے آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گی آپ جائیں۔" بریرہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

ساری کلاسز کے دروازے بند ہو چکے تھے صرف آخری کلاس کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ تیزی سے قوم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی کہ تبھی پیچھے سے کسی نے اس کا اسکارف کھینچ کر سر سے اتار پھینکا۔

بریرہ کا توازن برقرار نہ رہ سکا اور سیدھا فرش پر جا گری۔

اسکارف کھینچنے کی وجہ سے بریرہ کے سارے بال کھل کر آگے کو آ گئے۔

بریرہ نے چہرہ اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جو شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بریرہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم!!"

بریرہ کرسٹن کو سامنے کھڑے دیکھ کر بولی۔

"ہاں میں!! تجھے کیا لگا تھا تو مجھے تھپڑ مارے گی اور میں خاموش ہو کر بیٹھ جاؤنگا۔"

کرسٹن نے کہتے ہوئے ایک جھٹکے سے بریرہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔

"اب تجھے معلوم ہوگا۔ کرسٹن سے دشمنی کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

وہ اسے کھیپتا ہوا کلاس کی طرف بڑھا کہ ایک زوردار ضرب کمر پر لگنے سے منہ کے بل جا گرا۔

urdu  
novels mania  
\*\*\*\*\*  
www.urdu novels mania.com

کیف اپنی مطلوبہ کتابیں لائبریری سے لیے باہر نکلا۔ یونی کے باہر بھی بس کچھ ہی اسٹوڈنٹس چلتے نظر آ رہے تھے۔ وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس کی نظر نرگس اور میری پر پڑی۔

وہ دونوں ایک کو نے میں کھڑی بار بار کسی کو فون ملانے میں لگی تھیں۔ وہ اکثر ان دونوں کو بریرہ کے ساتھ دیکھ چکا تھا اور میری کو تو وہ اب اچھے سے جانتا تھا۔

بریرہ کو ان کے ساتھ نہ دیکھ کر اور ان کے پریشان چہرے دیکھ کر کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا تو وہ ان دونوں کے پاس چلا آیا۔

"ایکسیکوزمی مس!! آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ میرے خیال سے یونی کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔ اب آپ کو جانا چاہیے۔" وہ میری کو اگنور کرتا ہوا زگس سے بولا۔

"جی!! وہ ہم اپنی فرینڈ کا انتظار کر رہے تھے۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔ وہ آجائے پھر ہم ساتھ ہی جائینگے۔"

"ہو سکتا ہے وہ چلی گئی ہو۔"

"نہیں وہ بغیر بتائے تو کہیں نہیں جاتی۔ وہ لائبریری میں تھی اب تک نہیں آئی۔"

"میں لائبریری سے ہی آ رہا ہوں۔ وہاں پر تو مجھے کوئی نہیں دکھا۔ اچھا آپ ایک کام کریں اس طرف میری کار کھڑی ہے آپ یہ چابی لیں اور اُس میں جا کر بیٹھ جائیں میں اندر دیکھ کر آتا ہوں۔"

"جی ٹھیک ہے۔"

نرگس نے کہتے ہوئے چابی لی اور میری کو مخاطب کیا جو منہ موڑے کیف کو نظر انداز کر رہی تھی۔

"چلو میری۔"

وہ میری کو لیے کیف کی گاڑی کی طرف بڑھ گئی اور کیف تیز تیز قدم بڑھاتا یو نیورسٹی کے اندر چلا گیا۔

\*\*\*\*\*

کر سٹن نے گالی دیتے ہوئے چہرہ موڑ کر دیکھا تو کچھے کیف کھڑا تھا جو اسے خطرناک تیور لیے دیکھ رہا تھا۔ کیف نے گریبان سے پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کیا اور اس پر گھونسنوں کی برسات شروع کر دی۔ کر سٹن کے منہ سے خون نکل رہا تھا۔ کیف کسی صورت کر سٹن کو چھوڑنے پر تیار نہ تھا۔

کر سٹن نے ایک زوردار دھکا کیف کو دیا اور خود کو پھڑاتا وہاں سے بھاگ نکلا۔ کیف سنبھلے اور کر سٹن کو جاتا دیکھ پلٹ کر بریرہ کی طرف آیا۔ جو فرش پر ہی بیٹھی تھی۔ دوبار اگرنے کی وجہ سے اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا تھا۔

کیف نے بریرہ کو اٹھا کر کھڑا کیا اور مڑ کر زمین پر گرا اسکارف اٹھا کر واپس اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

بریرہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ کبھی کسی غیر کے سامنے آنسو نہیں بہاتی تھی۔ پر جو آج ہو اوہ ناقابلے برداشت تھا۔

کیف کھڑا بریرہ کو دیکھتا رہا۔ اس نے پہلی دفعہ یوں بریرہ کو بغیر اسکارف کے دیکھا تھا۔ کھلے بال، بھگی آنکھیں، سورخ گال وہ خوبصورت تھی پر اتنی بھی نہ تھی۔ لیکن اس کے چہرے کی معصومیت اس کو سب سے منفرد بناتی تھی۔

کیف نے ہاتھ بڑھا کر اسکارف اس کے سر پر ڈالا اور بازوؤں سے پکڑتا واش روم کی طرف لے آیا۔

"تم فریش ہو جاؤ میں یہیں کھڑا انتظار کر رہا ہوں۔" بریرہ سے کچھ بولا نہیں گیا وہ سر ہلاتی واش روم میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر نکلی چہرہ دھلا ہوا تھا اور اسکارف کو سر پر اچھے سے جمائے ہوئے تھی۔ کیف نے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں سے پکڑا۔

"نہیں رہنے دو میں خود چل لوں گی۔" کیف بنا اس کی بات کا اثر لیے اُسے پکڑ کر سہارا دیتا باہر لے آیا۔ جہاں نرگس اور میری اس کا انتظار کر رہی تھی۔



ان دونوں کو آتا دیکھ وہ جلدی سے گاڑی سے باہر آئیں۔  
 "کیا ہوا یہ چوٹ کیسے لگی؟" بریرہ کی چوٹ پر نظر پڑی تو فکر مندی سے پوچھنے لگیں۔  
 "کچھ نہیں تمہاری دوست سیڑھیوں سے گر گئیں۔" بریرہ کے کچھ بولنے سے پہلے کیف نے  
 جلدی سے بات سنبھالی۔

بریرہ کو آگے بیٹھا کر وہ دونوں بھی پیچھے بیٹھ گئی۔ کیف بھی گاڑی اسٹارٹ کرتا ہوا گاڑی کو  
 ہوسٹل کے راستے پر نکال لایا۔ پورے راستے خاموشی رہی ان سب کو ہوسٹل اتار کر کیف  
 اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی نو بج رہے تھے۔ نرگس اور میری یونی چلی گئی تھیں۔ کل رات  
 سے اس نے ان دونوں سے کوئی بات نہ کی تھی اور نہ ان دونوں نے کچھ پوچھا۔  
 وہ اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ نہا کر جب وہ واپس آئی تو اس کا فون بجنے لگا۔ اس نے  
 موبائل اٹھا کر دیکھا تو پاپا کا ننگ لکھا تھا۔ اس نے فوراً کال رسیو کی۔  
 "السلام علیکم پاپا!!"

"وعلیکم السلام!! کیسی ہے میری بیٹی؟"

"بالکل ٹھیک اور آپ؟" باپ کی آواز سنتے ہی بریرہ سب کچھ بھول گئی۔

"میں بھی بالکل ٹھیک۔ تم کہاں ہو؟"

"میں ہوسٹل میں ہوں۔"

"اچھا تو تیار ہو جاؤ۔ میں اپنی گڑیا کے پاس آ رہا ہوں۔"

"کیا!!! بریرہ زور سے چلائی۔"

"Seriously پاپا آپ یہاں ہیں؟"

"ہاں بھئی اور میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

یہ سنتے ہی بریرہ کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔

"اوکے میں انتظار کر رہی ہوں جلدی آجائیں بائے۔"

"اوکے بائے۔"

فون رکھتے ہی بریرہ خوشی سے جھوم اٹھی کتنے عرصے بعد وہ اپنے بابا سے مل رہی تھی۔

یہاں آ کر کتنا وقت گزر گیا تھا باپ کو دیکھے بنا وہ جلدی سے تیار ہوئی اور احمد صاحب کا انتظار کرنے لگی۔

\*\*\*\*\*

احمد صاحب اس کو ہوسٹل سے لے کر ایک ریسٹورنٹ لے آئے تھے۔ اور ابھی ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے پیزا نوش فرما رہے تھے جب بریرہ بولی۔

"پاپا آپ کو مجھے کل ہی فون کرنا چاہیے تھا۔ جب آپ رات میں ہی امریکہ آ گئے تھے تو۔ میں آپ کو انیورپورٹ ہی لینے آ جاتی۔ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"کیونکہ میں اپنی بیٹی کو سر پرانز دینا چاہتا تھا۔ اگر میں اپنے آنے کا بتا دیتا تو تمہارے چہرے پر یہ خوشی کیسے دیکھتا۔ خیر چلو جلدی کرو اس کے بعد مجھے میٹنگ میں جانا ہے۔"

"کیسی میٹنگ؟" بریرہ نے کھاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے لقمان صاحب کے ساتھ پاٹرنشپ کی ہے اور اب ہم مل کر ایک پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ اس ہی سلسلے میں آج ایک میٹنگ ہے جس کے لیے میں یہاں آیا ہوں۔"

"پر پاپا آپ کو پاٹرنشپ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کئی دفعہ لوگ دھوکا بھی دے دیتے ہیں۔"

"ارے بیٹا!! بزنس کو چلانے کے لیے رسک لینا پڑتا ہے۔ تم فکر مت کرو اور جلدی کرو میٹنگ کے بعد مجھے انیورپورٹ چھوڑنے بھی جانا ہے۔"

"جی ٹھیک ہے۔" بریرہ نے مسکرا کر کہا۔

احمد صاحب بریرہ کو ہوسٹل چھوڑ کر اپنی میٹنگ کے لیے چلے گئے تھے۔ وہ روم میں آ کر فریش ہونے کے لیے باتھ روم چلی گئی۔

واپس آ کر وہ شیشے کے سامنے کھڑی اپنے بالوں میں برش کرنے لگی تبھی اسے کل کا واقع یاد آیا اور کیف بھی۔

"عجیب انسان ہے۔ سرد گرم سا بھی اتنا اچھا ہو جاتا ہے اور کبھی کھڑوس لیکن دل کا بُرا نہیں ہے۔ کہتا تو یوں ہے لڑکیوں سے نفرت کرتا ہے پر ہر دفعہ مدد کو آ جاتا ہے۔" یہ سوچتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ آ گئی۔

"خیریت تو ہے کیوں اتنا مسکرایا جا رہا ہے؟"

بریرہ نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں زرگس اور میری کھڑی اسے ہی دیکھ کر پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں!! خیریت ہی ہے۔ پاپا سے جمل کر آ رہی ہوں۔" بریرہ نے بات بنائی۔

"وہاٹ!! چند گھنٹوں میں تم پاکستان جا کر انکل سے کیسے مل آئیں؟" زرگس نے حیرت سے کہا۔

"ایڈیٹ!!" بریرہ نے تاسف سے اُسے دیکھا اور بولی۔

"پاپا امریکہ آئے ہوئے ہیں۔ کل رات سے اور آج صبح ہی مجھ سے ملنے آئے تھے۔ ابھی میٹنگ پر گئے ہیں۔ اس کے بعد ان کو انیر پورٹ چھوڑنے جانا ہے۔"

"اچھا واقعی؟ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں انکل سے ملنے؟" زگس پُرجوش ہو کر پوچھنے لگی۔

"ہاں کیوں نہیں۔ تم بھی چلو گی میری؟" بریرہ نے میری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو کتابوں میں سر دیئے ہوئے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"نہیں تم لوگ جاؤ مجھے ٹیسٹ کی تیاری کرنی ہے۔"

"اوکے۔"

بریرہ مسکرا کر کہتی پھر اپنی تیاری میں لگ گئی۔



\*\*\*\*\*

احمد صاحب کی میٹنگ ختم ہوئی تو وہ ان کو لینے ہو سٹل آ گئے۔ کچھ دیر گھومنے پھرنے کے بعد ہوٹل سے کلرنس کروا کر اب وہ لوگ انیر پورٹ پر کھڑے تھے۔

"پاپا اتنا سب لانے کی کیا ضرورت تھی؟ میرے پاس سب کچھ موجود ہے یہاں اور ویسے بھی تھوڑا ہی وقت تو بچا ہے۔ اس کے بعد تو میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔"

"اور میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم سب امریکہ شفٹ ہو جائیں گے میں پاکستان میں اپنا کام سمٹ لوں پھر تمہاری ڈگری ملنے سے پہلے ہی ہم یہاں آ جائیں گے۔"

"چلیں دیکھتے ہیں۔ میں وہاں آتی ہوں یا آپ یہاں۔"

"اوکے لٹس سی۔"

احمد صاحب نے مسکرا کر کہا پھر بریرہ اور نرگس کو خدا حافظ کہتے انیورپورٹ کے اندر چلے گئے۔

یہ جانے بغیر کے یہ ملاقات ان کی آخری ملاقات ہے۔

"دوبار ملنے کا وعدہ کرا  
پھر کبھی نہ ملنے کے لیے۔"

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

گزرے دنوں کے مقابلے آج گرمی کی شدت تھوڑی زیادہ تھی۔ لیکن وقفے وقفے سے چلتی ٹھنڈی ہوائ نے موسم کو خاصا خوشگوار بنا رکھا تھا۔ ایسے میں کلاس میں موجود سب اسٹوڈنٹس سر کے دیئے جانے والے لیکچر کو نوٹ کر رہے تھے۔

اُدھر ہی ایک چیر پر بیٹھا کیف جو لیکچر نوٹ کرنے میں مصروف تھا۔ اسکا لیکچر نوٹ کرتا ہاتھ رکا۔ پین میں انک ختم ہو چکی تھی۔ پین کو جھڑک کر اس نے پھر لکھنے کی کوشش کی پر ناکام رہا۔ تبھی ایک ہاتھ پین تھا مے اس کے سامنے آیا۔

اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو بریرہ بظاہر اپنا لیکچر نوٹ کرنے میں لگی تھی۔ مگر دوسرے ہاتھ میں پکڑا پین کیف کے آگے کر رکھا تھا۔

کیف نے بغیر کچھ بولے اس کے ہاتھ سے پین تھام لیا۔

اس دن کے بعد سے بریرہ کے دل میں کیف کے لیے بدگمانی ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ اس کے لیے بُرا انسان نہیں تھا۔ ہاں کھڑوس ابھی بھی تھا۔

بظاہر وہ ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کرتے تھے لیکن جب بھی بریرہ کو مدد کی ضرورت ہوتی وہ حاضر ہوتا اور ہلکی پھلکی مدد بریرہ بھی کر دیتی۔

-----

دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے۔ سارا سال موجِ مستی میں گزارنے کے بعد سب اپنے فائی نل سمیسٹر کی تیاری میں لگے تھے۔ یونی کے یہ سال اتنی تیزی سے گزرے کہ پتہ ہی نہ چلا۔ دن رات کی محنت کے بعد جیسے تیسے یہ سمیسٹر بھی گزر گئے اور بالآخر وہ دن بھی آ ہی گیا جس کے لیے انھوں نے اتنے سال محنت کی تھی۔

بلیک گاؤن پہنے سر پر بلیک کیپ لگائے اپنے اعمال نامے ہاتھ میں لیے اسٹوڈنٹس ادھر سے اُدھر گھوم رہے تھے اور کچھ گراؤنڈ میں لگی چیرز پر بیٹھے تھے۔ کانووکیشن سیریمنی کا انتظام یونی کے گراؤنڈ میں ہی کیا گیا تھا۔ سب کے چہروں پہ مسکراہٹ سجی تھی اور ان سب میں آج سب سے زیادہ خوش بریرہ تھی۔ اس کا انتظار ختم ہوا تھا۔ چاہے وہاں کوئی کچھ بھی بولے اس کو کسی کی پروہ نہیں تھی۔ اس کے پاپا تو یہاں نہ آئے پر اب وہ ان کے پاس جاسکتی تھی۔

گراؤنڈ میں ہی کھڑی وہ زگس اور میری سے باتیں کر رہی تھی جب اس کو اپنے پیچھے سے کسی کی آواز آئی۔

پلٹ کر دیکھا تو کرسٹن کھڑا تھا۔ اس دن کے بعد سے وہ کبھی اس کے یوں سامنے نہیں آیا تھا۔ پر آج پھر اس کو دیکھ کر بریرہ کے چہرے پر ناگواری اُتر آئی۔



"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے بریرہ کے چہرے پر آنی ناگواری کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ کہہ کر وہاں سے جانے لگی تو کرسٹن نے اس کا راستہ روکا۔

"بس دو منٹ پھر میں تمہیں کبھی تنگ نہیں کرونگا۔" بریرہ نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا پھر مڑ کر نرگس اور میری کو۔

"اوکے لیکن صرف دو منٹ۔"

"اوکے تھوڑا آگے چل کر بات کرتے ہیں۔" وہ وہاں سے ہٹ کر تھوڑا آگے آ گئے۔

"جلدی بولو کیا بولنا ہے۔" بریرہ نے بیزار سی سے کہا۔

"وہ مجھے تم سے اُس دن کے لیے معافی مانگنی تھی۔ میں نے تمہارے ساتھ بہت بُرا کیا۔ کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتی؟ کیا ہم دوست نہیں بن سکتے پلیز۔"

"دیکھو تم۔۔۔"

بریرہ بول ہی رہی تھی کہ کرسٹن نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اور چہرے پر دنیا جہاں کی معصومیت سجا کر بولا۔

"!!۔۔ IamrealysorryBareera"

"چھوڑو۔۔۔ چھوڑو میرے ہاتھ۔"

بریرہ تو اس کی یہ حرکت دیکھ کر حیران ہی رہے گئی اور اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف کھینچنے لگی مگر کرسٹن کی گرفت مضبوط تھی۔ تبھی گراؤنڈ میں بیٹھے کیف کی نظر ان پر پڑی وہاں بیٹھے وہ ان دونوں کو واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ کرسٹن کے ہاتھوں میں بریرہ کے ہاتھ دیکھ کر اس کا خون خول اٹھا۔

"اوکے اوکے میں نے معاف کیا۔"

"واقعی اس کا مطلب تم آج رات کی پارٹی میں آؤ گی نا؟"

"ہاں ہاں ضرور آؤنگی۔" بریرہ نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

بریرہ کے منہ سے ہاں سنتے ہی اس نے ہاتھ چھوڑ دیئے تو بریرہ شکر کا سانس لیتی فوراً وہاں سے نکلی۔

وہ واپس زگس اور میری کی طرف بڑھ رہی تھی جب کیف اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔

بریرہ نے کیف کو دیکھتے ہوئے بروقت بریک لگایا ورنہ وہ اس کے سینے سے جا ٹکراتی۔

وہ حیرت سے کیف کو دیکھ رہی تھی۔ پہلی دفعہ وہ اس کے یوں سامنے آیا تھا۔

"کیا ہوا کوئی بات تھی؟" کیف کے چہرے کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر پوچھا۔

"کتنے میں ڈیل کر آئی ہو؟"

"مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔"

"مطلب صاف ہے۔ کل تک تو وہ تمہارا دشمن بنا تھا اب ایسا بھی کیا کر دیا جو اتنی دوستی ہوگئی کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے کھڑے تھے۔ کتنے کی ڈیل۔۔۔"

کیف کی بات پوری بھی نہیں ہوئی کہ بریرہ کا ہاتھ کیف کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ گھٹیا بات کرنے کی۔" بریرہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"وہ صرف مجھ سے اپنے کیے کی معافی مانگنے آیا تھا اور تم۔۔۔ میں بھی کس کو وضاحت پیش کر رہی ہوں۔ جو عورتوں کو ایک ٹشو پیپر سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا۔"

بریرہ غصے سے کیف کی طرف دیکھتی وہاں سے منکلتی چلی گئی۔ اس سے اور وہاں روکنا مشکل ہو رہا تھا۔ کیف بھی غصے سے آگے بڑھتا ہوا گاڑی کی طرف آیا اور بیٹھ کر گاڑی بھگاتا وہاں سے نکل گیا۔

\*\*\*\*\*

بریرہ غصے سے ہو سٹل کے روم کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔

"بریرہ کیا ہوا؟ کچھ بتاؤ گی بھی۔" نرگس اور میری بھی اس کے پیچھے ہی تھیں۔ اس کو یوں غصے میں دیکھ کر پوچھے بنا نہ رہ سکیں۔

"کچھ نہیں۔" بریرہ نے بس اتنا ہی کہا۔

"تو پھر اتنے غصے میں کیوں ہو؟ تم کرسٹن سے بات کرنے گئی تھیں کیا اس نے کچھ۔۔۔"

نرگس بول ہی رہی تھی جب بریرہ کا فون بجنے لگا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو گھر کا نمبر تھا۔ اکثر بی جان ہی گھر کے نمبر سے فون کرتی تھیں۔

"ہیلو!!"

بریرہ نے کال رسیو کر کے موبائل کان سے لگایا پر دوسری طرف سے آنے والی خبر نے اس کو ساکت کر دیا۔

urdu  
novels mania  
\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

کیف جب گھر آیا تو اس کو شدید غصہ چڑھا ہوا تھا۔ پر یہ غصہ آہستہ آہستہ ندامت میں بدل گیا اور پھر اس کو خود پر غصہ آنے لگا۔

"یہ کیا کر دیا میں نے۔ میں سوچ بھی کیسے سکتا ہوں اس کے بارے میں ایسا۔"

اُف!! پتہ نہیں کب یہ بے اعتباری ختم ہوگی۔"

وہ سر ہاتھوں میں گرائے بیڈ پر بیٹھا تھا۔ تبھی رایان کی کال آنے لگی۔

"ہیلو۔۔۔ کیف تو آج رات کی پارٹی میں آ رہا ہے نا؟" کیف کی آواز سنتے ہی رایان بولا۔

"نہیں مجھے نہیں آنا۔"

"پریار پوری کلاس انوائیٹڈ ہے۔ تو نہیں آئے گا تو اچھا نہیں لگے گا۔"

"کون کون آ رہا ہے؟" کیف نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"سب ہی آ رہے ہیں۔ کہنا پوری کلاس انوائیٹڈ ہے۔"

"اوکے میں آ جاؤنگا۔" کیف نے کہتے ہی فوراً فون بند کر دیا۔

"چلو آج رات کو اس سے اپنی غلطی پر ایکسکیوز کر لوں گا۔"

اپنی عادت کے برخلاف جا کر کیف نے معافی مانگنے کا سوچا۔ یہ جانے بغیر قسمت اسے یہ

موقع دے گی بھی یا نہیں۔  
www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

پارٹی کا سارا انتظام مکمل ہو چکا تھا۔ مہمان بھی آنے لگے تھے۔ یہ ان کا آخری سیلبریشن تھا۔ اس کے بعد سب نے اپنی اپنی منزل کی طرف لوٹ جانا تھا۔ بریرہ اور نرگس کی طرح اور بھی کچھ غیر ملکی اسٹوڈنٹس وہاں اسٹڈی کے لیے آئے تھے۔

پارٹی اپنے عروج پر تھی۔ کیف بھی آگیا تھا۔ اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا باتوں میں مصروف تھا۔ مگر اس کی نظریں سب لوگوں میں صرف ایک چہرہ تلاش کر رہی تھی۔ پروہ تھی جو کہ نظر ہی نہیں آ رہی تھی تبھی اس کی نظر میری پر پڑی جو اپنی دوستوں سے مل رہی تھی۔

کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اس سے بات کرنا تو دور دیکھتا تک نہیں پروہ کہتے ہیں نہ مصیبت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔ کیف بھی یہی کرتا میری کے پاس جا پہنچا۔

"ہیلو!!"

میری نے پلٹ کر دیکھا تو آنکھوں میں حیرت اُتر آئی اور اگلے ہی لمحے آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔

"کیسی ہو؟" کیف نے پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور تم؟" میری کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا کہ آج کیف نے خود اس سے بات کی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ اکیلی آئی ہو؟ تمہاری دوستیں نظر نہیں آرہی۔" اس نے سرسری لہجہ اپنایا۔

"کون؟ نرگس اور بریرہ وہ تو واپس چلی گئیں۔ بریرہ کے ڈیڈ کی طبیعت خراب ہو گئی تو انہیں جانا پڑا۔"

میری کی بات سن کر وہ شاکڈرہ گیا اور میری وہ توجوش میں بولے چلے جا رہی تھی۔ پراسکے بعد کیف کچھ سمجھنے کی حالت میں نہ رہا۔ اور وہاں سے بنا کسی کی طرف دیکھے تیزی سے نکل گیا۔

\*\*\*\*\*

رایان کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا مگر کمرے کی حالت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کمرے کی چیزیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں۔ اس نے بیڈ کی طرف دیکھا جہاں کیف منہ پر ہاتھ رکھے لیٹا تھا۔ پاس ہی شراب کی خالی بوتلیں پڑیں تھیں۔

"یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟" اس نے کمرے پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اور یہ اتنی شراب کیوں پی ہے؟ کیا ہوا ہے؟ کچھ بولو گے بھی۔ تم پارٹی سے بھی بنا بتائے آ گئے اور فون بھی بند کر رکھا ہے۔ تمہاری فکر میں مجھے اتنی رات کو یہاں آنا پڑا۔ اب بتاؤ گے بھی کیا ہوا ہے؟"

"وہ چلی گئی۔" کیف ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھے اپنی نشیلی آواز میں بولا۔  
"کون؟ بریرہ؟"

رایان کے کہتے ہی کیف نے ہاتھ ہٹا کر اُسے دیکھا۔ کیف کے اپنی طرف یوں دیکھنے پر رایان پھر بولا۔

"کیا؟ ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ یہی کہ مجھے کیسے پتہ؟"  
کیف خاموش رہا۔

"سب کو پتہ ہے۔ کیف تمہیں کیا لگتا ہے؟ تم بظاہر اس سے بات نہیں کرتے تھے۔ اس سے لڑتے تھے تو کسی کو کچھ معلوم نہیں ہوگا؟ تمہیں عورتوں سے نفرت ہے۔ کسی سے ٹھیک سے بات بھی نہیں کرتے تھے۔ لیکن بریرہ کا خیال ایسے رکھتے تھے جیسے تمہارا فرض ہو۔ سب کو نظر آتا تھا جب تم اس کی مدد کو تیار رہتے تھے۔" رایان کیف کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔ کیف نے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔



"نظریں چُرانے سے سچ نہیں چھپ جاتا کیف اور وہ چلی گئی تو اس میں یہ حالت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم یونیورسٹی سے اس کی انفارمیشن لے لینگے۔"

"اس کا فائدہ نہیں میں معلوم کر چکا ہوں۔ ان لوگوں نے صاف منع کر دیا کہ وہ اپنے کسی بھی اسٹوڈنٹ کی انفارمیشن نہیں دینگے۔" کیف کے لہجے میں اُداسی تھی۔

"حل کوئی بات نہیں کوئی اور طریقہ ڈھونڈ لینگے تو پریشان نہ ہو۔"

"اب کچھ نہیں ہو سکتا رایان میں نے سب خراب کر دیا۔ میری بے اعتباری کیوں ختم نہیں ہوتی؟ وہ چلی گئی اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔"

"کیوں کیا ہوا؟ کیا کرا ہے تو نے؟"

کیف کے یوں بولنے پر رایان نے الجھ کر سوال کیا۔ تو کیف یونی میں ہونے والی ساری بات بتاتا چلا گیا۔

"تو پاگل ہے کیف تو سوچ بھی کیسے سکتا ہے اس لڑکی کے بارے میں ایسا۔" کیف بس نظریں جھکائے خاموش رہا۔

کیف کی حالت دیکھ کر رایان کو کچھ بھی بولنا فضول لگا تو بس تسلی دینے لگا۔

"اچھا تو پریشان نہ ہو کوئی حل نکل آئے گا۔ پاکستان میں میرے دادا کا گھر ہے۔ ہم وہاں چل کر ڈھونڈ نکالیں گے بھابھی کو۔ رایان نے کیف کو موڈ ٹھیک کرنے کے لیے جان کر بھابھی کہا۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اتنے بڑے ملک میں ایک لڑکی کو کہاں ڈھونڈینگے؟ جب کوئی اتنا پتہ نہیں معلوم۔" کیف کی بات پر رایان بس اس کو دیکھتا رہ گیا کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

گزرے دنوں کے برعکس آج دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے بارشیں ہو رہی تھیں۔ لیکن آج کے سورج نے بارشوں کے زور کو آج کم کر دیا تھا۔ بارشوں نے درختوں کے پتوں کو نکھار دیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔

اور وہی اپنے آفس میں کیف چیر سے سرٹکا لے آ نکھیں موندے بیٹھا تھا۔ بریرہ کو گئے دو ماہ ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی تک کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا۔ ابھی آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور وہ شخص چلتا ہوا اندر آیا۔ کیف نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے عمر صاحب تھے۔

عمر صاحب کیف کے ڈیڈ (حیدر علی صاحب) کے دوست اور بزنس پارٹنر تھے۔

حیدر صاحب کی ڈیٹھ کے بعد عمر صاحب نے ہی سارا بزنس سنبھالا تھا اور کیف کے بالغ ہوتے ہی اس کے حوالے کر دیا۔

عمر صاحب نے کیف کو ہمیشہ بیٹے کی طرح سمجھا اور کیف بھی ان کی باپ کی طرح ہی عزت کرتا تھا۔ ان کو دیکھ کر وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔

"انکل آپ!! کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے۔" کیف نے سعادت مندی سے کہا۔

"ارے نہیں بیٹا!! میں آگیا تو اس میں کونسی بڑی بات ہے۔

خیر مجھے تم کو کسی سے ملوانا ہے۔ تم ملو گے تو خوش ہو جاؤ گے۔"

"کس سے ملوانا ہے؟" کیف نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

"ہاں بس آنے۔۔۔"

وہ بول ہی رہے تھے جب دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔

"لو آگیا۔ اندر آ جاؤ بیٹا۔"

عمر صاحب نے مسکرا کر کہا۔ تبھی ایک خوش شکل نوجوان دروازہ کھول کر اندر آیا۔ کیف کو زرا بھی دیر نہیں لگی تھی اس کو پہچانے میں۔

"اشعر!!"

کیف نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثر سے کہا۔ اشعر عمر صاحب کا ایک لوتا بیٹا تھا اور کیف کے بچپن کا دوست بھی۔ وہ اپنی اسٹڈی کے لیے اٹلی چلا گیا تھا۔ جب کے کیف اور رایان نے امریکہ میں ہی پڑھائی مکمل کی۔

"ارے واہ!!! تو جناب نے پہچان لیا۔ ہمیں تو لگا تھا بھول ہی گئے ہونگے۔" اشعر نے مسکراتے ہوئے کیف کو چھیڑا۔

"تم بھولنے کی بات کر رہے ہو جو وہاں جا کر بالکل بھول ہی گیا تھا۔ بس کبھی بھولے سے یاد آگئے تو ایک دو دفعہ کال کر کے پوچھ لیا۔" کیف نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"یار تمہیں تو پتہ ہے کتابی کیڑا ہوں۔ بس پڑھائی سے ٹائم ہی نہیں ملتا تھا۔" "دیکھ رہے ہیں انکل۔ ہم سے زیادہ ضروری بھی ان کی زندگی میں کچھ ہے۔" کیف کے کہنے پر دونوں ہنس دیئے۔

"چلو تم دونوں باتیں کرو میں زرا میٹنگ کی تیاری کر لوں۔" عمر صاحب کہتے ہوئے باہر چلے گئے۔

"اور کیسے ہو کیف سب ٹھیک ہے نا؟" اشعر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔ مجھے کیا ہونا ہے۔" یہ کہتے ہوئے کیف کی آواز میں اُداسی اُتر آئی۔ "کیا ہوا کوئی بات ہے؟"

اشعر کیف کو بچپن سے جانتا تھا اس لیے اُس کی آواز میں گھلی اُداسی کو پہچان گیا۔  
 "کچھ نہیں تم بتاؤ اٹلی میں سب کیسا رہا؟ تمہاری اسٹڈی تو میرے ساتھ ہی کمپلیٹ ہوئی تھی  
 تو دو ماہ وہاں کیا کرتے رہے؟" کیف نے اشعر کا دھیان خود پر سے ہٹانے کے لیے بات  
 بدلی۔

"بس اسٹڈی کے دوران میں اٹلی میں اچھے سے گھوم پھر نہیں سکا۔ اس لیے دو ماہ اچھے  
 سے سیر کر کے آ رہا ہوں۔"

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے اوارہ گردی کر رہے تھے دو ماہ۔"  
 "بالکل۔" کیف کی بات پر اشعر نے ہنستے ہوئے کہا۔

ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ قریب ہی مسجد سے موزن کے اذان دینے کی آواز آنے  
 لگی۔ تو اشعر فوراً کھڑا ہو گیا۔

"کیا ہوا؟" کیف نے اسے کھڑا دیکھ کر پوچھا۔  
 www.urduNovelsMania.com

"کچھ نہیں نماز کے لیے جا رہا ہوں۔ تم بھی چلو۔"

"میں۔۔۔ نہیں تم جاؤ۔" کیف کو کہتے ہوئے تھوڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں نماز پڑھ کر آتا ہوں پھر بات ہوگی۔" اشعر کہتا ہوا آفس سے باہر چلا گیا۔ اور کیف نے واپس سرچیر سے ٹکا کر آنکھیں بند کر لی۔ ایک بے سکونی تھی جو ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔

\*\*\*\*\*

وہ چیر پر بیٹھا اپنے سامنے ٹیبل پر پڑی فائل کو دیکھ رہا تھا اور موبائل ہاتھ میں پکڑے مسلسل کسی کو کال ملانے میں لگا تھا۔ پر دوسری طرف موجود شخص بھی کوئی ڈھٹ تھا جو کال رسیو ہی نہیں کر رہا تھا۔

مسلسل پانچ چھ بار نمبر ملانے کے بعد بالآخر فون اٹھایا مگر دوسری طرف سے ملنے والی خبر کو سنتے ہی وہ شخص فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور گاڑی کی چابی اٹھاتا کمرے سے باہر نکل کر لائنچ میں آیا۔

"اشعر کہاں جا رہے ہو؟" مسز عمر نے بیٹے کو یوں جلدی میں جاتے دیکھا تو پوچھ بیٹھی۔

"ممی پلیز!! آپ کے سارے سوالوں کے جواب آ کے دیتا ہوں پر ابھی جانے دیں بہت ضروری کام ہے۔"

مسز عمر جولائنج میں بیٹھی تھیں۔ وہ ان سے بس اتنا ہی کہتا ہوا پورچ میں آیا اور اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ چوکیدار نے دیکھتے ہی دروازہ کھولا اور گاڑی بھگاتا ہوا نکل گیا۔

تیز رفتاری سے گاڑی چلاتا ایک کلب کے سامنے آروکا۔ گاڑی سے اترتا وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھا۔ اندر پہنچتے ہی اس کی نظر سامنے بیٹھے شخص پر پڑی۔ ایک ہاتھ سے شراب کا گلاس پکڑے سر ٹیبل پر جھکائے ہوئے نشے میں چور بیٹھا تھا۔ اشعر کو ایک دم ہی کیف پر غصہ آیا تھا۔ وہ اتنا نشے میں تھا کہ کال بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اشعر کی بات بھی ٹیبل کے دوسری طرف کھڑے ایک ویٹر سے ہوئی تھی۔ جس نے کیف کی حالت کے بارے میں بتایا تھا۔ کیف وہاں اکثر جاتا رہتا تھا۔ اس لیے وہ ویٹر اچھے سے کیف کو جانتا تھا۔

اشعر غصے میں چلتا ہوا اس کی طرف آیا اور ہاتھ سے گلاس چھین کر دوسری طرف رکھا۔ کیف نے سر اٹھا کر دیکھا پر وہ اتنا نشے میں تھا کہ اُسے پہچان بھی نہیں پایا۔ اشعر نے اس کا ہاتھ اپنے کندھے پر ڈال کر کھڑا کیا اور اس کا موبائل اٹھاتا اُسے لے کر آگے بڑھا۔ وہ ہوش میں نہیں تھا۔ اس لیے اشعر کو اُسے باہر لانے میں مشکل ہو رہی تھی۔

وہ کیف کو سنبھالتا باہر لایا اور گاڑی میں بیٹھا دیا۔ پھر گھوم کر دوسری طرف آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر کیف کو دیکھا جو بیک ویو مرر پر لٹکتے چین پر ہاتھ مار رہا تھا۔

"یہ کیا حال بنا رکھا ہے ہاں؟ جب سے آیا ہوں تمہاری ایسی ہی مشکوک حرکتیں دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ میں ملک سے باہر کیا گیا تم نے شراب پینا بھی شروع کر دی۔" اشعر غصے سے کیف پر چلا رہا تھا اور وہ بے نیازی سا سر گاڑی کی سیٹ سے ٹکائے بیٹھا تھا۔

"کچھ بولو گے بھی؟"

کیف نے چہرہ موڑ کر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم کون ہو؟"

اس کے سوال پر اشعر کا دل چاہا اپنا سر اسٹیرنگ ویل پر دے مارے۔

"اچھا مجھے ایک بات بتاؤ۔ کیا میں بہت بُرا ہوں؟ ہر کوئی مجھے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ پہلے ماما پھر ڈیڈ کو بھی اللہ نے اپنے پاس بلالیا اور اب وہ بھی چلی گئی۔ سب مجھے چھوڑ جاتے ہیں۔ میں اکیلا رہ جاتا ہوں۔ کیا میں بہت بُرا ہوں؟ یہ قصور میرا ہے؟ بتاؤ مجھے ہاں۔"

کیف کی بات پر اشعر کو اس پر ترس آیا۔ وہ جانتا تھا اس کے دکھ کو۔ اس نے بغیر کوئی جواب دیے گاڑی اسٹارٹ کی اور گھر کی جانب چل پڑا۔



\*\*\*\*\*

وہ کیف کو چھوڑ کر واپس گھر آیا تو مسز عمر اس کا لاؤنج میں ہی انتظار کر رہی تھی۔ وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

وہ جلدی پریشان ہو جاتی تھیں۔ اس لیے ہی کیف کو گھر نہیں لایا تھا۔ کہ کیف کی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو جاتیں۔

"چپ کیوں ہو؟ کیا ہوا کہاں گئے تھے؟" انھوں نے پریشانی سے پوچھا۔

"اوہ!! میری پیاری ممی کچھ نہیں ہوا۔ آپ کے اُس پاگل بیٹے کے پاس گیا تھا۔"

"کیف کے پاس؟ کیا ہوا اُسے؟" اشعر کی بات سمجھ کر وہ فکر مند ہو کر بولی۔

"کچھ نہیں ہوا اُسے ٹھیک ہے۔ بس مجھے آفس کا ضروری کام تھا اس لیے کیف کے پاس گیا تھا۔ آپ بھی ناچھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے میں

نہیں وہ آپ کا بیٹا ہے۔" اشعر کی بات سن کر وہ ہنس دیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ پر تم تو جانتے ہو وہ بن ماں باپ کا بچہ ہے۔ اُس کو دیکھ کر میرا دل دھکتا ہے۔"

"جی مجھے پتہ ہے۔ میرے لیے بھی وہ میرے بھائی کی طرح ہے۔"

"ہم!! اللہ بس اس کی زندگی میں خوشیاں بھر دیے۔"

"آمین!!" ماں کی بات پر اشعر دل سے بولا۔

"اچھا کھانا لگاؤں تمہارے لیے؟"

"نہیں مئی مجھے بھوک نہیں میں بس اب آرام کرونگا کل میٹنگ ہے مجھے صبح اٹھنا ہے۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔" وہ مسکرا کر بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتی اپنے کمرے میں چلی گئیں

ان کے جانے کے بعد وہ بھی اپنے کمرے میں آ گیا۔ اُسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ بس

اکیلارہنا چاہتا تھا۔ وہ پریشان تھا کیف کے لیے۔

وہ آکر کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے کانوں میں بس کیف کی اُداسی بھری نشیلی آواز

گونج رہی تھی۔ جو اس سے سوال کر رہی تھی۔

"کیا وہ بہت بُرا ہے؟"

آج اس نے اُس کی نیلی سمندر جیسی آنکھوں میں برسوں کی تھکن دیکھی تھی۔ اُس کا مغرور

چہرہ آج اُسے وہی بارہ سال کے معصوم لڑکے کا چہرہ لگا تھا۔ جو اُس سے اپنا قصور پوچھ رہا

تھا۔ "یہ قصور میرا ہے؟"

کیوں سب اس کو چھوڑ جاتے ہیں؟

وہ اس کا بچپن کا دوست تھا، بھائی تھا۔ وہ اس کو اُس اندھیرے میں چلتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آج کیف کی حالت دیکھنے کے بعد اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ بس اب اُس پر عمل کرنا تھا۔

\*\*\*\*\*

اگلے دن کیف اپنے آفس میں بیٹھا فائل دیکھ رہا تھا۔ جب سکندر دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"سر آپ نے جو فائل منگائی تھی وہ لے آیا ہوں۔"

"ہمم!! ٹھیک رکھ دو۔"

"جی سر۔"

اس نے فائل ٹیبل پر رکھی اور جانے کے لیے مڑنے لگا مگر کیف کی آواز پر رک گیا۔

"تمہارے "فادر" کی ڈیوٹی کا سن کر افسوس ہوا۔" کیف نے کہتے ہوئے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جس پر سکون تھا۔

"جی سر بس جیسی اللہ کی مرضی۔"

"تم تو بڑے پُر سکون نظر آ رہے ہو۔ شاید تم کو ان کی ڈیتھ کا زرا بھی افسوس نہیں۔" کیف کو اُس کے چہرے کا سکون ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے بول بیٹھا۔

"سر مجھے دکھ ہے اور جتنا مجھے دکھ ہے شاید ہی کسی کو ہو۔ وہ باپ تھے میرے۔" سکندر کو کیف کی بات دل پر کسی خنجر کی طرح لگی تھی۔

"لیکن رہی سکون کی بات تو یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ جن پر ہمیں ہر حال میں راضی ہونا ہے۔ ہر انسان کا وقت مقرر ہے جو اس دنیا میں آیا ہے اُسے جانا بھی ہے۔ ہمیں بس صبر کرنا چاہیے اور جو اس کی رضا میں راضی ہو جائے پھر اس کو سکون اللہ ہی دیتا ہے۔ کیونکہ وہ کبھی اپنے بندے کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔"

کیف بس خاموشی سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ وہ کسی کی اتنی بات نہیں سُنتا تھا اور نہ کسی میں اتنی ہمت تھی کہ وہ اس کے آگے بول سکے۔ پرنا جانے کیوں کیف آج چُپ رہا اور تبھی سکندر اتنی ہمت کر کے بول بھی گیا۔

"سرجاؤں اب میں؟" کیف کو خاموش دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"ہاں جاؤ۔"

سکندر فوراً باہر چلا گیا۔ کیف بس اس کو جاتا دیکھتا رہا۔ اندر ایک جنگ چھڑی تھی۔ جس سے وہ چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تبھی کیف نے خود سے سوال کیا۔ اس کو سکون کیوں نہیں؟ کیا وہ اللہ کی رضا میں راضی تھا؟

تبھی دل کے کسی کونے سے آواز آئی۔ ”نہیں“

\*\*\*\*\*

لفٹ کا دروازہ کھلا اور وہ چلتا ہوا باہر آیا۔ سارے ورکرز اور ایمپلائز دیکھتے ہی سلام کرنے لگے۔ وہ سب کے سلام کا جواب دیتا ایک روم کے سامنے آیا اور بغیر ناک کئے سیدھا اندر بڑھ گیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر کیف نے سر اٹھا کر دیکھا تو اشعر تھا۔

”کچھ میمز ہوتے ہیں۔ آفس روم میں آنے کے۔ کیا منہ اٹھانے اندر گھسے چلے آرہے ہو۔ اور یہ اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟“

”چلو جلدی اٹھو ہمیں کسی جانا ہے۔“ اشعر اس کی بات کو انور کرتا ہوا بولا۔

”کہاں جانا ہے؟“ کیف نے الجھ کر سوال کیا۔

"سوال نہیں کرو بس جلدی چلو۔ پتہ چل جائے گا جلدی۔" وہ کیف کا ہاتھ پکڑتا باہر لے آیا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھادی۔

"کچھ بتاؤ گے بھی کہاں لے جا رہے ہو؟"

کیف نے گردن موڑ کر اس کو دیکھا جو ڈرائیو کرنے میں مصروف تھا۔

"صبر میرے یار پہنچنے تو دوپہر پتہ چل جائے گا۔" اشعر نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اطمینان سے کہا۔

کیف خاموش ہو گیا۔ جانتا تھا۔ وہ نہیں بتائے گا۔ پوچھنے کا فائدہ نہیں۔ تبھی گاڑی ایک اسلامک سینٹر کے سامنے جا کر روکی۔ اندر سے کسی کے مانک میں بولنے کی ہلکی آواز آرہی تھی۔ کیف نے الجھن بھری نظروں سے اشعر کو دیکھا۔

"چلو اندر سب معلوم ہو جائے گا۔"

کہتے ساتھ ہی اس نے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ کیف بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ اندر تبلیغی اجتماع جاری تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ تبھی کیف نے سامنے میمبر پر بیٹھے شخص کو دیکھا۔

ان کا چہرہ پُر نور تھا۔ وہ تبلیغ کا کام کرتے تھے اور آج بھی لوگوں کی اصلاح کے لیے آئے تھے۔ ان کی آوازیں ایک سحر تھا جو لوگوں کو جکڑ لیتا تھا۔ سب ساکت بیٹھے انہیں سن رہے تھے۔ اللہ نے ان کو بہت پیارا انداز دیا تھا۔

بے شک اللہ کے راستے پر چلنے والے ایسے ہی سحر انگیز ہوتے ہیں۔ کیف بڑے غور سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ جو سب لوگوں سے سوال کر رہے تھے۔۔۔ "آزاد ہیں؟؟؟"

"آزاد ہو؟؟؟ تو موت سے لڑ کر دکھاؤ۔۔۔ آزاد ہو؟؟؟ تو جوانی کو روک کر دکھاؤ۔۔۔ آواز ہو؟؟؟ تو بیماری کو روک کر دکھاؤ۔۔۔ آزاد ہو؟؟؟ تو غم کو روک کر دکھاؤ۔۔۔"

کیوں لوگ شراب میں ڈوبتے ہیں کہ اندر کی ویرانیاں ان کو نشے میں لے جاتی ہیں۔ اُن ویرانیوں کو شراب سے دور کرتے ہیں۔ ارے اللہ کو ڈھونڈو، اللہ کو ڈھونڈو، اللہ کو ڈھونڈو۔ میرے اللہ کا اعلان ہے۔ نہیں نہیں پیسے سے اطمینان نہیں ملتا۔ ایک ذہن یہ کہ، اگر ہم اپنی مرضی پر چلیں گے تو ہمیں سکون ملے گا۔ اللہ کی قسم!! جتنا اپنی مرضی پر چلو گے اتنا تباہ ہوتے جاؤ گے۔ میرے اللہ کا اعلان ہے۔ اللہ کو یاد کرو گے تو دلوں میں ٹھنڈک آئے گی۔ ورنہ ایسے ہی سلگتے رہو گے، سسکتے رہو گے، تڑپتے رہو گے۔ اللہ کو پاؤ گے تو سب کچھ پاؤ گے۔ اللہ کو کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا۔ اللہ ملا تو سب کچھ ملا۔ اللہ نہ ملا تو کچھ نہ ملا۔

میں نے اللہ کو ڈھونڈا تو اس نے اپنا تعارف کروایا۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔ میں وہ ہوں جو موت سے پاک ہے۔۔۔۔۔"

وہ بول رہے تھے سب ساکت بیٹھے ان کو سن رہے تھے۔ کیف بھی ساکت سا بیٹھا تھا۔ وہ وقت کیسے گزرنا خبر ہی نہ ہوئی۔

واپسی پر بھی کیف خاموش بیٹھا رہا۔ اشعر نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ کیف کو دیکھ کر ایک مدہم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آئی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا نظر آ رہا تھا۔ اور کیف اس کے اندر ایک گھٹن تھی جو بڑھتی جا رہی تھی۔ جس سے وہ جلد از جلد نجات چاہتا تھا۔

\*\*\*\*\*

www.urdu novels mania.com

"آئی پلیمز اب اور نہیں کھایا جاتا۔" آج کیف مشعل (مسز عمر) کے گھر آیا تھا۔ اور وہ اس کو اپنے ہاتھوں کے بنے کھانے کھلانے میں لگ گئی تھیں۔

"بالکل بھی نہیں کتنے کمزور ہو گئے ہو۔ مہینوں شکل نہیں دکھاتے۔ آج بھی مشکل سے ہاتھ لگے ہو چلو جلدی سب ختم کرو۔" کیف بیچاری سی شکل بنائے ان کو دیکھ رہا تھا۔



"اچھا ٹھیک ہے پر یہ اشعر کہاں ہے؟ مجھے بلا کے خود غائب ہو گیا۔؟ کیف کھاتے ہوئے بولا۔

"وہ آجائے گا تم بس کھانا کھاؤ۔"

"اچھا اچھا کھا تو رہا ہوں۔" مشعل کیف کو دیکھ کر مسکرا دیں۔ صرف ایک وہ تھیں جن کی وہ عزت کرتا تھا۔ ورنہ دنیا کی ہر عورت سے اسے صرف نفرت تھی۔ وہ کھانا کھاتے ہوئے باتیں بھی کر رہے تھے جب اشعر سیڑھیوں سے اترتا ہوا ان تک آیا۔ شلوار قمیض پہنے وہ ابھی نہا کے ہی نکلا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ کیف مسز عمر کے ہاتھ لگ گیا۔

"بڑی جلدی آگئے۔" کیف نے اس کو دیکھتے ہی جل کر طنز کیا۔

"ہا ہا ہا۔۔۔ سوری وہ کیا ہے نا۔ میں نے تمہیں ممی سے ملنے ہی بلایا تھا۔ ویسے تو تم آتے نہیں اس لیے کام کا بہانا بنانا پڑا۔" اشعر ڈاننگ ٹیبل کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اچھا واقعی!! صحیح کہا۔" کیف اس کی بات سے اور جل گیا۔

"چل غصہ نہ کر تو بیٹھ میں بس ابھی آیا۔"

"اب کہاں جا رہے ہو؟" کیف نے اسے اٹھتا دیکھ سوال کرا۔

"مسجد جا رہا ہوں نماز پڑھنے۔ تم چلو گے؟" اشعر نے جان بوجھ کر یہ سوال کیا۔

کیف سوچ میں پڑ گیا اشعر اس کے چہرے کے تاثرات کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ تبھی کیف بولا۔

"ٹھیک ہے پر میں نے شلوار قمیض نہیں پہنا۔"

کیف کی بات پر جہاں اشعر کو خوشگوار سی حیرت ہوئی وہیں مشعل بھی حیران رہ گئیں۔ انھوں نے اُسے بس بچپن میں ہی اپنے بابا کے ساتھ نماز پڑھتے جاتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد کبھی اُسے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

"ارے کوئی بات نہیں۔ ہمارا مذہب بہت آزاد ہے۔ ان ہی کپڑوں میں چلو۔" اشعر مسکرا کر کہتا اُسے اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا اور کیف اندھیروں سے نکل کر روشنیوں کے راستے پر قدم رکھ چکا تھا۔ جو مشکل ضرور تھا لیکن کامیابی اسی میں تھی۔

www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

اندھیری رات میں سمندر کی لہروں کا شور اور کالے بادلوں میں چودھویں کا چاند ماحول کو پُر اسرار بنا رہا تھا۔ وہ گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا چاند میں اُس صبیحہ چہرے کو تلاش کر رہا تھا۔

آج اُسے گئے پورے چار ماہ ہو گئے تھے۔ لیکن ان چار ماہ میں بس اتنا فرق آیا تھا کہ اس کے اندر کی بے سکونی ختم ہو گئی تھی۔ وہ اللہ کے راستے پر چل پڑا تھا جس میں سکون تھا۔ اب وہ کوئی نماز نہیں چھوڑتا تھا کہ کسی اس کو بے سکونی دوبارہ نہ ہو جائے۔

"کیا سوچ رہے ہو کیف؟"

اشعر نے گردن موڑ کر کیف سے سوال کیا۔ وہ دونوں ساحل پر آئے ہوئے تھے اور گاڑی کے بونٹ پر بیٹھے ماحول کا مزہ لے رہے تھے۔

"کچھ نہیں۔" کیف بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"اچھا ایک بات پوچھوں؟" اشعر نے چھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں پوچھو۔" کیف ہنوز چاند کو دیکھ رہا تھا۔

"اس رات تم نے شراب کے نشے میں کہا تھا۔ وہ بھی چلی گئی۔ کس کی بات کر رہے تھے؟ کون چلی گئی۔"

www.urdu novels mania.com

کیف نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا جو سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی نہیں۔ بس نشے میں ایسے ہی بول دیا ہوگا۔"

"جھوٹ مت بولو کیف نشے میں انسان سچ بولتا ہے اور اس رات جو تمہاری حالت تھی۔

اس میں ایسے ہی کچھ بولنا۔۔۔ میں نہیں مانتا۔ اس لیے بتاؤ کون ہے؟ کہاں چلی گئی؟"

پہلے تو کیف خاموش رہا لیکن پھر سب بتاتا چلا گیا۔ پہلے دن سے لے کر آخری ملاقات تک۔

"ہمم!! تو اب کیا سوچا ہے؟"

"کچھ نہیں سوچا کیا ہے۔ ایک دن خود ہی بھول جاؤنگا۔" کیف کو یہ کہتے خود بھی تکلیف ہوئی۔

"وہاٹ!! تمہیں اُسے ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ سے دُعا کرنی چاہیے کہ وہ مل جائے۔ اور تم بھولنے کی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں دُعا نہیں مانگتا۔"

"کیا ااا پر کیوں؟" اشعر نے اچنبھے سے اُسے دیکھا۔

"کیونکہ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ مجھے لگتا ہے میں اللہ سے سودا کر رہا ہوں کہ اب میں اس کی عبادت کرتا ہوں تو وہ میری دعاؤں کو سننے میری خواہشوں کو پورا کرے۔ یہ سودا نہیں تو اور کیا ہے؟"

"تم پاگل ہو کیف یہ سودا نہیں بلکہ یہ ایک تعلق ہوتا ہے۔ بندے اور اسکے رب کے

درمیان۔ اللہ تو خوش ہوتا ہے۔ کہ اس کا بندہ اس سے مانگے اس کے آگے ہاتھ

پھیلائے۔ وہ تو خود کہتا ہے کوئی ہے میری رحمتوں کو مانگنے والا۔ اور تم اس کو سودا کہہ

رہے ہو۔ پتہ ہے کیف کبھی کبھی ایسا مقام آتا ہے۔ کہ دُعا زبان پر آنے سے پہلے ہی قبول کر لی جاتی ہے۔ انسان صرف سوچتا ہے اور اللہ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ وہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ اللہ کی رحمت کو مانگتے ہیں۔ کیونکہ اللہ ایسے بندوں کو پسند فرماتا ہے جو صرف اس سے مانگتے ہیں۔ کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔"

اشعر اس کو سمجھا رہا تھا اور وہ خاموشی سے سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا ایسا ہی مقام اس کی زندگی میں بھی آنے والا ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ کچھ اس مقام پر خود حل کر آتے ہیں اور کچھ کو کھینچ کے لایا جاتا ہے۔ کیف بھی ان میں سے ہی تھا۔ جس کو اللہ کھینچ کر سیدھے راستے پر لے آیا تھا۔

موسم سرما شروع ہو چکا تھا۔ صبح سے ہلکی ہلکی بوندے گر رہی تھیں۔ وہ کیفے میں بیٹھا کوئی پی رہا تھا۔ سنڈے ہونے کی وجہ سے معمول سے زیادہ لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ کوئی پیتا بار بار دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تبھی ایک شخص دروازے سے اندر آیا۔

بلیک پینٹ اور بلیک ہی ڈریس شرٹ پہنے بال ماتھے پر گرنے رک کر اپنی نیلی سمندر جیسی آنکھوں سے کسی کو ڈھونڈنے لگا۔ وہ وہی ایک ٹیبل پر بیٹھا نظر آ گیا تھا۔ وہ چلتا ہوا اس کے پاس آ کر رکا۔

"ہیلو بڈی!! کیسا ہے؟" کیف کے پاس آتے ہی رایان فوراً بولا۔

"میں بالکل ٹھیک۔ تم اپنی سناؤ؟"

"ہم بھی بالکل ٹھیک۔ لیکن تم کہاں ہو آج کل؟ اتنے دنوں سے نظر ہی نہیں آرہے۔ نہ فون نہ کوئی میسج بالکل بھول ہی گئے ہو۔" رایان نے بالکل روٹھی ہوئی گرل فرینڈ کی طرح بولا تو کیف کو ہنسی آگئی۔

"اب ہنس کیوں رہے ہو؟" رایان نے بھنویں سکڑ کے پوچھا۔

"کچھ نہیں بس تھوڑا آفس کے کام میں مصروف تھا۔" کیف اپنی ہنسی کو دباتے ہوئے بولا۔

"اچھا میں۔۔۔"

ابھی رایان آگے بولتا ایک نسوانی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"السلام علیکم!!" [www.urdu novelsmania.com](http://www.urdu novelsmania.com)

دونوں نے گردن موڑ کر دیکھا تو زگس کھڑی تھی جو مسکرا کر انھیں سلام کر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام!! وہاٹ آپلیز اینٹ سرپرائز۔"

رایان جوش سے بولا۔ وہ دونوں اس کو یہاں دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ کیف نے اپنی

متلاشی نظر کیفے میں دوڑائی شاید وہ بھی یہی ہو مگر۔۔۔ وہ مایوس ہو گیا۔

"کھڑی کیوں ہیں بیٹھیں نا۔" رایان نے اُسے کھڑا دیکھ کر کہا۔

"جی ضرور۔۔۔" وہ بھی انہی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟" رایان نے بات کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ لوگ کیسے ہیں؟"

"ہم دونوں بھی بالکل ٹھیک۔" رایان نے مسکرا کر کہا۔ کیف بھی ہلکا سا مسکرا دیا لیکن بولا کچھ نہیں۔

"آپ یہاں کیسے؟ آپ لوگ تو چلی گئی تھیں۔ آپ کی فرینڈ بھی ساتھ آئی ہیں؟"

رایان نے اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہوئے سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

"ارے نہیں میں اپنے ہزبنڈ کے ساتھ آئی ہوں۔ اُن کی جاب کے سلسلے میں ہمیں یہاں

آنا پڑا۔"

کیف کو جو ایک اُمید تھی وہ بھی ختم ہو گئی تو وہ خاموش ہی رہا۔

"آپ کی شادی ہو گئی۔ مبارک ہو!!"

"جی شکریہ!! ابھی ایک ماہ پہلے ہی ہوئی ہے۔"

"اچھا میں سمجھا آپ اپنی فرینڈ کے ساتھ آئی ہیں۔ ویسے آپ دونوں بنا کسی سے ملے ہی چلی گئی۔ ایسی بھی کیا ایمر جنسی آگئی تھی؟" رایان بات کو کرید رہا تھا اور ایسا کیوں تھا کیف اچھے سے جانتا تھا۔

"دراصل بریرہ کے ڈیڈ کوہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ ان کی کنڈیشن کافی سیریس تھی اس لیے ہم چلے گئے۔ بریرہ کو ایسی حالت میں اکیلے جانے دینا مناسب نہیں لگا تو میں بھی اس کے ساتھ چلی گئی۔"

"اب کیسی طبیعت ہے اُن کی؟" رایان نے فکر مندی سے پوچھا۔  
"جی اُن کی ڈیتھ ہوگئی۔"

"اوہ!! سوری۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔ مجھے بس بریرہ کے لیے افسوس ہوتا ہے۔ بیچاری کا اس کے ڈیڈ کے علاوہ کوئی اور بھی نہیں تھا بس ایک آیا ہیں جو اس کا خیال رکھتی ہیں۔"

زنگس کی بات سن کر کیف کا دل دُکھا تھا۔ وہ ہمیشہ مصیبت میں اس کے ساتھ ہوتا تھا اور آج جب وہ اکیلی تھی۔ وہ اس کے پاس نہیں تھا۔

"اچھا میں چلتی ہوں میرے ہزبینڈ انتظار کر رہے ہوں گے۔" زنگس کہتے ہوئے اُٹھ گئی۔  
"جی ٹھیک۔"



رایان نے مسکرا کر کہا تو وہ ان دونوں کو خدا حافظ کہتی باہر نکل گئی۔ تبھی رایان کیف سے بولا۔

"تو ایک منٹ رک میں ابھی آیا۔"

"کہاں جا رہے ہو؟"

"بس ابھی آیا۔"

وہ کہتا ہوا کیف سے باہر چلا گیا۔ جب کافی دیر انتظار کرنے کے بعد بھی وہ نہ آیا تو کیف جھنجھلا کے اٹھا اور بل ادا کرتا باہر آ گیا۔ تبھی اُسے سامنے سے رایان آتا نظر آیا جس کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"کہاں رہ گیا تھا؟" کیف نے غصہ سے پوچھا۔

"غصہ کیوں ہو رہا ہے۔ تیرے ہی کام سے گیا تھا۔" مسکراہٹ ہنوز قائم تھی۔

"کیا مطلب؟" کیف الجھا۔

"سامان باندھ لے تیری بارات لے کر جانا ہے پاکستان۔ یہ دیکھ بھا بھی کے گھر کا

ایڈریس۔" اس نے ایک کاغذ کیف کی طرف بڑھایا۔

"چل میں تو چلا پیکنگ کرنے بھا بھی انتظار کر رہی ہوں گی۔" وہ شرارتی سے کہتا ہوا نکل گیا۔

"سن۔۔۔" کیف بس اس کو آواز دیتا رہ گیا۔ اُس نے کیا کہا تھا۔ نرگس سے وہ نہیں جانتا تھا۔

وہ ساکت نظروں سے اپنے ہاتھ میں موجود کاغذ کو دیکھ رہا تھا۔ تبھی قریبی مسجد سے اذان کی آواز آنے لگی۔ اس نے چہرہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ کیا ایسے بھی دُعائیں قبول ہو جاتی ہیں؟ زبان پر آنے سے پہلے ہی دعاؤں کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں نم تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔ وہ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتا کم تھا۔

\*\*\*\*\*

رات کے گیارہ بج رہے تھے اور وہ تینوں انٹرپورٹ پر کھڑے ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ آج وہ ایک نئے سفر پر نکل رہا تھا۔ پانچ ماہ جس کے انتظار میں رہا آج اس کے لیے ہی ایک چھوٹی سی امید پر دوسرے ملک جا رہا تھا۔ اس کی تلاش میں ایک ایسے ملک جس سے وہ بالکل انجان تھا۔

"کیف اپنا خیال رکھنا۔ میرا دل نہیں کر رہا تمہیں اکیلا بھیجنے کے لیے۔" اشعر نے فکر مند ہو کر کہا۔

"اکیلا کہاں ہوں۔ رایان ہے نامیرے ساتھ اور ہم دونوں میں سے ایک کا یہاں ہونا ضروری ہے آفس کے کام کو دیکھنے کے لیے۔"

"ویسے تمہیں بھی میرے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" کیف رایان کی طرف دیکھ کر گویا ہوا۔

"بیٹا آپ کو پاکستان کی اسے بی سی نہیں پتہ کبھی وہاں گئے نہیں۔ اکیلے وہاں کیسے رہو گے۔ گوکہ رہنے کے لیے بھی تو جگہ کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے تمہیں میرے دادا کا گھر چاہیئے ہوگا۔ اس لیے مجھے اس گھر کی چابی سمجھو۔"

"اس کی ضرورت نہیں میں کسی ہوٹل میں روم لے لوں گا۔" کیف فوراً بولا۔

"میرے ہوتے ہوئے تم ہوٹل میں رہو گے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے تم کچھ بھی کہو میں پھر بھی جاؤں گا آخر بھابی سے مار کھانے کے بعد کوئی تو ہونا چاہیئے تمہارے زخموں پر مرہم لگانے کے لیے۔" رایان کی بات پر جہاں کیف نے اسے گھورا وہی اشعر کا قہقہہ نکلا۔

کیف سے مل کر اشعر رایان سے سرگوشی نما آواز میں بولا۔

"رایان اس کا خیال رکھنا میں نہیں چاہتا اگر اسے مایوسی ہو تو یہ اپنی حالت خراب کر لے۔"

"تم فکر مت کرو میں ہوں نا۔ میں بھی اس لیے ہی ساتھ جا رہا ہوں۔ سب ٹھیک رہے گا۔"

اشعر کے کہنے پر رایان اس کو تسلی دیتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں اشعر سے مل کر اندر چلے

گئے۔ فلائیٹ کی اناؤسمنٹ ہو رہی تھی۔ اشعران دونوں کو جاتا دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں کیف کے لیے اللہ سے ڈھیروں دعائیں مانگی۔ اللہ نے اگر کیف سے اس کے ماں باپ کو لیا تھا۔ تو بدلے میں بہت سے مخلص اور پیار کرنے والے لوگ بھی دیئے تھے۔ جن کو وہ اپنے ارد گرد کبھی محسوس نہیں کر پایا تھا۔

\*\*\*\*\*

حال :-

گاڑی تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب دوڑ رہی تھی۔ پیچھے سیٹ پر بیٹھا شخص بار بار اپنی گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔  
 "اور کتنی دیر لگے گی اسلم؟"  
 اس نے گھڑی پر سے نظر اٹھاتے ہوئے ملازم سے پوچھا۔  
 "بس سر پیچھے والے ہیں۔" اسلم فوراً بولا۔

تبھی گاڑی ایک بڑے سے بنگلے کے سامنے جا کر رکی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ تینوں باہر نکلے۔ گاڑی سے باہر نکلتے ہی رایان نے ایک طویل انگڑائی لی۔ وہ پورے راستے سوتا ہوا آیا تھا۔

"سریہ ہی گھر ہے جس میں وہ عورت اور اس کی بیٹی رہتی ہیں۔ گھر میں مرد بھی ہیں لیکن اس وقت اپنے کام پر ہوتے ہیں۔"

کیف نے سامنے بنے بنگلے کی طرف دیکھا اور زیر لب بڑبڑایا۔  
"جمانگیر مینشن"

"ٹھک ہے جا کر معلوم کرو وہ اس وقت گھر پر موجود ہیں یا نہیں۔" کیف گھر پر نظریں جمائے بولا۔

"جی سر!!" اسلم کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

کیف نے گردن موڑ کر برابر والے بنگلے پر نظر ڈالی جس میں کبھی وہ رہا کرتی تھی پر اب کسی اور کی اس میں رہائش تھی۔ وہ سوچ ہی رہا تھا جب اسلم واپس آیا۔

"سر وہ اندر ہی موجود ہیں اور چوکیدار نے اندربات کر لی ہے اب آپ مل سکتے ہیں۔"  
"ٹھیک ہے۔ تم دونوں یہی انتظار کرو میں آتا ہوں۔"

رایان جو اتنی دیر سے آس پاس بنے بنگلوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ فوراً بولا۔

"میں بھی اندر چلونگا۔ یہاں اکیلے کھڑا کیا کرونگا۔"

"نہیں تم لوگ یہیں رکو۔ تم اکیلے نہیں ہو اسلم تمہارے ساتھ ہے۔"

"لیکن۔۔۔"

"بس میں نے بول دیا نا۔"

کیف رایان کی بات کا ٹٹا ہوا بولا تو رایان منہ بناتا خاموش ہو گیا اور کیف اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"ویسے یہاں کے لوگ بھی کافی ترقی کر گئے۔" رایان چاروں طرف نظر گھما کر بولا۔

"جی!! بس ہم بھی کسی سے کم نہیں۔ اسلم شرماتے ہوئے بولا تو رایان ہنس دیا۔

\*\*\*\*\*

کیف لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ تبھی ادھیڑ عمر خاتون لاؤنج میں آئیں۔ سر پر اسکارف لیے ہاتھ میں تسبیح پکڑے وہ اسکے سامنے آکر رکیں۔ کیف نے ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلام کیا۔

"السلام علیکم!!"

"وعلیکم السلام!! بیٹھ جاؤ بیٹا۔" وہ مسکرا کر بولیں۔

"جی۔" ان کے کہنے پر کیف واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیا نام ہے آپ کا بیٹا؟"

"جی میں کیف حیدر علی خان"

"ہمم!! بہت پیارا نام ہے۔" کیف "مسز جہانگیر نے زیر لب دُہرایا۔

"تو آپ کیا لوگے بیٹا چائے یا۔۔۔"

"جی نہیں کچھ بھی نہیں بس میں بریرہ کے بارے میں آپ سے معلوم کرنے آیا ہوں۔" کیف فوراً بولا۔

"جی ہمارے ملازم نے بتایا آپ ہماری سابقہ پڑوسی بریرہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں اور کل شاید آپ کا ہی ملازم بریرہ کے بارے میں معلوم کرنے آیا تھا۔ صحیح کہا ناہم نے؟"

www.urdu novels mania.com

"جی دراصل میں امریکہ سے آیا ہوں۔ امریکہ میں بریرہ میری کلاس فیلو تھی۔ میں یہاں اُسی سے ملنے آیا ہوں۔ میرے پاس اُس کے پُرانے گھر کا پتہ تھا۔ پر اسلم مطلب میرے ملازم نے بتایا کہ وہ لوگ گھربچ کے جا چکے ہیں۔ اگر آپ کے پاس اُس کے نئے گھر کا ایڈریس ہے تو کیا آپ مجھے وہ دے سکتی ہیں؟" کیف نے جھجھکتے ہوئے کہا۔

"بریرہ کی پڑھائی تو مکمل ہو گئی تھی۔ پھر آپ اس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں کہ اس سے ملنے کے لیے یہاں تک آ گئے۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے پوچھنے لگیں۔

کیف خاموش بیٹھا ان کو دیکھتا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے منہ سے نکلی کوئی بات بریرہ کے لیے غلط ثابت ہو کیونکہ یہ امریکہ نہیں پاکستان تھا۔ یہاں کسی غیر مرد کا کسی عورت کے بارے میں یوں معلومات حاصل کرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بے شک وہ اس کا کلاس فیلو ہی کیوں نا ہو۔ کیف کو خاموش دیکھ کر وہ پھر گویا ہوئیں۔

"ہمارے پاس ان کا پتہ نہیں ہے۔ وہ گھر اچانک ہی بیچ کے چلی گئیں۔ بغیر کسی سے ملے اور۔۔۔" وہ بول ہی رہی تھیں جب کیف ان کی بات کا ٹٹا ہوا بولا۔

"آئی پلیمز میں یہاں صرف اُس کے لیے ہی آیا ہوں۔ اگر آپ کچھ جانتی ہیں تو بتا دیں۔ مجھے خالی ہاتھ مت لوٹائیں۔" کیف کے لہجے میں اس بار التجا تھی۔

"ہم بھی تو آپ سے یہی پوچھ رہے ہیں کہ آخر آپ کیوں اُن سے ملنے کے لیے یہاں تک چلے آئے ہیں؟"

"میں نے بتایا تو ہے کہ وہ میری کلاس فیلو تھی اور اس کی فرینڈ نے بتایا تھا کہ اس کے فادر کی ڈیوٹی ہو گئی ہے۔ تو میں۔۔۔"



"اچھا تو آپ تعزیت کے لیے آئے ہیں؟" اس بار وہ کیف کی بات کے درمیان میں بولیں۔

"جی میں۔۔۔"

کیف کے سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا جواب دے۔ مسز جہانگیر کی باتوں نے اسے کنفیوز کر دیا تھا۔ وہ جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا اور سچ وہ بتا نہیں سکتا تھا۔

وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئیں تو کیف بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ بیٹا آپ۔ ہم ابھی آئے۔" کیف اثبات میں سر ہلاتا واپس بیٹھ گیا اور وہ کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئیں تو ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ انھوں نے وہ کاغذ کیف کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لو بیٹا۔۔۔"

کیف نے الجھن بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر بولیں۔

"بریرہ کے فلیٹ کا پتہ ہے۔" کیف حیران ہو کر ان کو دیکھنے لگا پھر ہاتھ بڑھا کر کاغذ تھام لیا۔

"بہت بہت شکریہ آنٹی!! میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا۔" مسز جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا اگلی دفعہ ضرور آنا۔"

"جی ان شاء اللہ!!"

کیف خدا حافظ کرتا وہاں سے چلا گیا۔ مسز جہانگیر اُس کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں کہ تبھی پیچھے سے آواز آئی۔

"ماما یہ کیا کیا آپ نے بریرہ کا پتہ بتا دیا۔" وہ ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

مسٹر جہانگیر اور احمد صاحب کی سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ پڑوسی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا۔ بریرہ مسز جہانگیر کی آنکھوں کے سامنے ہی پٹی بڑی تھی اور اسلم کا اس کے بارے میں یوں معلومات حاصل کرنا انھیں پریشان کر گیا تھا۔ اس ہی وجہ سے انھوں نے بریرہ کو فون کر کے سب بتا دیا تھا اور اس کے ہی کہنے پر انھوں نے اسلم کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ لیکن کیف کو دیکھ کر وہ مجبور ہو گئی تھیں۔۔۔

مسز جہانگیر اپنی بیٹی کی بات پر مسکرائیں۔

"ہمیں معلوم ہے بریرہ نے کسی کو بھی اُس کے بارے میں بتانے سے منع کرا تھا۔ لیکن

اس لڑکے کا بریرہ سے ملنا شاید بریرہ کے ہی حق میں بہتر ہے۔"

"مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔"

"ہم نے ایک عمر گزاری ہے بیٹا۔ جو ہم دیکھ سکتے ہیں وہ آپ نہیں دیکھ سکتیں۔" وہ مسکرا کر کہتی اپنے کمرے کی جانب چلی گئیں۔

\*\*\*\*\*

رایان اور اسلم گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے جب کیف کو باہر آتے دیکھا۔ وہ گاڑی کی طرف آیا اور پیچھے کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"کیا ہو کچھ پتہ چلا؟" رایان نے چہرہ اس کی طرف موڑ کر پوچھا۔

"ہاں مل گیا ایڈریس۔"

"تو اب کیا کرنا ہے؟" رایان نے پھر سے سوال کیا۔

"ابھی تو سیدھا گھر چلو۔ نماز کا وقت ہو رہا ہے مجھے نماز پڑھنی ہے۔"

"ٹھیک۔" رایان نے اثبات میں سر ہلایا پھر اسلم سے گویا ہوا۔

"چلو اسلم گاڑی گھر کی طرف لے لو۔"

"جی سر۔" اسلم تابیداری سے کہتا ہوا گاڑی کو گھر کے راستے پر نکال لایا۔

کیف شیشے کے باہر گزرتے درختوں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔ کیا اس بار وہ ملے گی یا پھر اُمید ٹوٹ جائے گی۔

مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ آگے ایک ناقابل قبول منظر اس کے انتظار میں ہے۔

\*\*\*\*\*

وہ کھڑکی کے سامنے کھڑی ڈوبتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔ سردیوں کا موسم تھا خشکی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے پردے ٹھیک کرتی کمرے سے باہر نکل کر کچن میں جا رہی تھی کہ دروازے پر زور و شور سے دستک ہونے لگی۔ دروازہ اتنی زور سے بجایا گیا تھا کہ کمرے میں سوتی خاتون بھی باہر نکل آئیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے بیٹا؟" [www.urdu novels mania.com](http://www.urdu novels mania.com)

"پتہ نہیں آپ روکیں میں دیکھتی ہوں۔"

"نہیں تم باہر نہیں جاؤ۔"

"کچھ نہیں ہوگا۔ میں دیکھتی ہوں آپ روکیں۔"

وہ کہتی ہوئی آگے بڑھی اور ایک گہرا سانس لے کر جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے کا منظر دیکھ کر حیران رہ گئی۔

فلپ کے تقریباً سارے لوگ دروازے پر آکھڑے ہوئے تھے۔

"اے!! باہر نکل تجھے پہلے ہی کہا تھا۔ اپنا بوریا بستر باندھ کر یہاں سے چلی جا پر تجھے سمجھ نہیں آتی۔"

"میں کیوں جاؤ؟ اسے میں نے خریدہ ہے یہ میرا گھر ہے۔"

وہ ان سب کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی تھی پر ہمت کر کے بولی۔

"دیکھ یہ شریفوں کا علاقہ ہے۔ ہمیں مجبور مت کرتے دھکے دے کر یہاں سے نکالیں۔ اگر زرا بھی غیرت ہے تو یہاں سے چلی جا ابھی کے ابھی۔ پہلے بھی تجھے وارننگ دی تھی پر تجھے سمجھ نہیں آتی۔" دروازے پر کھڑے مجموعے سے ایک آدمی بولا۔

"آپ لوگ اتنے ہی شریف اور عزت دار ہیں۔ تو یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ ایک عورت کی کیسے عزت کرنی چاہیے۔ لیکن آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اُس کو اُسی کے گھر سے نکال رہے ہیں۔" وہ بھی دوہرے ہو گئی۔

"اے بکواس بند کر!! یہاں شریف لوگ رہتے ہیں۔ تجھ جیسے لوگوں کی یہاں کوئی جگہ نہیں جہاں سے آئی ہے واپس وہیں لوٹ جا۔ ہمارے بچوں کے مستقبل کا سوال ہے۔"

"میں کہیں نہیں جا رہی سمجھے۔" وہ یہ کہہ کر دروازہ بند کرنے لگی جب باہر کھڑے آدمیوں نے زور سے دروازے کو دھکا دیا اور اندر آئے۔ وہ توازن نہ رکھ سکی اور پیچھے کو گری۔

"تجھ جیسی فحاشی عورتوں کی جگہ کوٹھوں پر ہی ہوتی ہے ہم جیسے عزت دار لوگوں کے بیچ میں رہنے کی نہیں۔ تم طوائفوں کا ٹھکانا کوٹھا ہی ہوتا ہے۔"

"ہاں ہاں بالکل ٹھیک۔" وہاں کھڑے لوگ ہم آواز میں بولے۔

"چلو بھائیوں پکڑو اسے۔ یہ ایسے نہیں جانے گی دھکے دے کر ہی نکالنا ہوگا۔" مجموعے میں سے دو آدمی آگے بڑھے اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر کھیچتے ہوئے باہر نکالنے لگے۔

"چھوڑو۔۔۔ چھوڑو میری بیٹی کو کیوں اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔"

وہ کمرے سے باہر نکل کر ان کی طرف آتے ہوئے بولیں اور اس کو چھڑوانے لگیں۔ تبھی ایک آدمی نے انہیں دور دھکیلا۔

"دیکھو بی بی!! تمہاری عمر کا لحاظ کر رہے ہیں ورنہ تمہیں بھی دھکے دے کر نکالیں گے۔"

اور بریرہ کو بازوؤں سے پکڑ کر دروازے کے باہر دھکا دیا وہ سیدھا منہ کے بل فرش پر جا گری۔ وہاں کھڑے باقی لوگ تماشائی بنے دیکھ رہے تھے اور اس کا تماشا بنایا جا رہا تھا۔

آااھ!! اتنی تذلیل اتنی ذلت تو کبھی نہیں ہوئی تھی۔ لوگ اسے طوائف کہتے تھے، حقارت بھری نظروں سے دیکھتے تھے جس جگہ سے گزرتی تھی وہاں تھوکتے تھے پر کبھی ایسے تو ذلیل نہیں ہوئی تھی۔

کیونکہ تب اُس کے بابا زندہ تھے۔ جو کسی کو اُسے ہاتھ لگانا تو دور ایسا سوچنے تک نہ دیتے تھے۔ ایک شجر تھا۔ جس کے سائے میں وہ رہتی تھی۔ پر۔۔۔ پر اب کون تھا؟ کوئی نہیں وہ اکیلی تھی۔ وہ گر جائے تو اُسے اٹھانے والے وہ ہاتھ نہ تھے جو بچپن میں اُسے گرنے سے پہلے ہی سنبھال لیتے تھے اور تبھی وہ اس حال میں تھی۔ تھوڑی ہمت کر کے کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کی پر ناکام رہی وہ اتنی زور سے گری تھی کہ ہڈیاں جواب دے گئیں۔

ایک آنسو آنکھ سے نکل کر کسی کے جوتے پر گر کر کوئی اُس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔  
www.urdu novels mania.com  
ڈارک براؤن آنسو سے بھیگی آنکھیں اوشین بلو آنکھوں سے ٹکرائیں اور وہ وہیں ساکت رہ گئیں۔

"کیف پلیز میری مدد کرو۔ یہ لوگ مجھے لے جائینگے۔ پلیز مجھے بچا لو مجھے نہیں جانا ان لوگوں کے ساتھ وہ اچھی جگہ نہیں ہے مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ مجھے نہیں جانا وہاں کیف۔"

وہاں کھڑے لوگ اُسے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ وہ اسے آوازیں دے رہی تھی۔

چنچ رہی تھی۔ مدد کو پکار رہی تھی۔

پروہ اپنی جگہ سے ہل ہی نہیں پارہا تھا۔ وہ ساکت کھڑا تھا۔ گویہ یوں کہ اُس کے پیروں کو کسی نے پتھر کا کر دیا ہو۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر پارہا تھا۔

اور وہ چنچ رہی تھی۔

"کیف کچھ کرو مجھے نہیں جانا وہ گندی جگہ ہے۔" وہ لوگ اس کو گھسیٹ رہے تھے۔

"بریرہ!!" وہ اس کی نظروں سے دور جا رہی تھی۔ وہ چنچا۔

"بریرہ!! رکو بریرہ۔۔۔۔۔ پھوڑ دو اُسے۔۔۔۔۔"

دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئی۔ ایک دم اندھیرا سا چھا گیا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔

"بریرہ۔۔۔۔۔"

اس نے چیختے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ کمرہ نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر لیٹا تھا۔ اسے سی کی ٹھنڈک میں بھی اس کا چہرہ پسینے سے شرابوں تھا۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔



"اُاف!! میں خواب دیکھ رہا تھا۔"

کیف نے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا۔ شکر ہے یہ صرف ایک خواب تھا۔ کیف نے ایک گہرا سانس لیا۔ پراگلے ہی لمحے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔  
 "یہ خواب۔۔۔"

"وہ وہ ٹھیک تو ہے۔ کہیں وہ واقعی کسی مصیبت میں تو نہیں۔" کیف فوراً بیڈ سے اُترا۔ مسز جمانگیر کے گھر سے آکر وہ تھک گیا تھا۔ بریرہ کو ڈھونڈنے کا کام کل پر ڈال کر وہ نماز پڑھنے کے بعد سونے لیٹ گیا تھا۔

اُسے ہر وقت ہی بریرہ کا خیال رہتا تھا۔ پر ایسا خواب تو کبھی نہیں آیا تھا۔ کل ڈھونڈنے کے ارادے کو ترک کرتا وہ اُٹھا اور واش روم میں چلا گیا۔ اسے اب بریرہ کی تلاش میں نکلنا تھا۔ کیونکہ اب اس خواب کے بعد اس کو چین کہاں ملتا تھا۔ جب تک وہ اپنی آنکھوں سے اُسے صحیح سلامت نہیں دیکھ لیتا۔

\*\*\*\*\*

بریرہ ساکت نظروں سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آگیا تھا۔ وہ ہمیشہ آجاتا تھا۔ جب بھی وہ کسی مصیبت میں ہوتی تھی۔ اللہ اس کی مدد کے لیے اُسے بھیج دیتا تھا۔ اچانک اس کے ساکت جسم میں حرکت ہوئی۔ اس کے ہونٹ ہلے۔

”کیف“

کیف غصے کی شدت کو ضبط کرتی لال انگارہ آنکھوں سے ان سب کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا خواب سچ ہو گیا تھا۔

بریرہ تکلیف میں تھی اور اُسے آنے میں دیر ہو گئی تھی۔

بی جان آنسو صاف کرتی بریرہ کی طرف بھاگتی ہوئی آئیں۔ ”بریرہ میری بچی۔۔۔“ بی جان نے اس کے آنسو کو صاف کیا۔

”شرم آنی چاہیے آپ سب کو ایک عورت کی تذلیل کرتے ہوئے۔ خود کو خاندانی کہتے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں خاندانی؟“ کیف دھاڑا۔

”تو کون ہوتا ہے ہمیں صحیح غلط بتانے والا؟ ہے کون تو؟ اور اس طوائف سے تیرا کیا تعلق ہے جو اتنی ہمدردی ہو رہی ہے؟ کہیں آج کے لیے اس نے تجھے تو نہیں بلایا؟“

الفاظ تھے کہ گویہ پگھلا ہوا سیسہ کیف ایک لمحے کے لیے ہل نہ سکا۔ مگر اگلے ہی لمحے کیف کا بھاری ہاتھ اس آدمی کو زمین بوس کر گیا۔

"- How dare you to say that"

"کیا لگتی ہے میری؟ بیوی ہے وہ میری۔۔۔"

کیف نے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے مقابل کھڑا کیا۔

"کیا ثبوت ہے یہ تیری بیوی ہے؟" وہاں کھڑے دوسرے شخص نے سوال کیا۔

"ثبوت چاہیے؟" کیف نے اپنے سامنے کھڑے آدمی کا سر پکڑ کر دیوار میں دے مارا۔

کچھ دیر پہلے جو دیوار برف کی طرح سفید تھی اب اس کے خون سے رنگ کر لال ہو گئی تھی۔

کیف کا جنون دیکھ کر کوئی اُس آدمی کو بچانے کے لیے آگے نہیں بڑھا کچھ اس کے غصے کا

اثر تھا اور کچھ اس کی شخصیت کا رعب وہ دیکھنے سے ہی اس ملک کا نہیں لگتا تھا۔ وہاں سناٹا

ساچھا گیا تھا۔ سب حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ آدمی نڈھال

ساہوکر زمین پر گر پڑا۔

کیف کا غصے سے بُرا حال تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہاں کھڑے ایک ایک شخص کا

دماغ ٹھکانے لگا دے۔

"اگر کسی کا شوہر گھر پر نہیں ہوگا تو یہ سلوک کرینگے آپ لوگ؟ خود کو شریف اور عزت دار

کہتے ہیں جب کہ انسان تک کہلانے کے لائق نہیں ہیں۔"

کیف غصے سے چلا رہا تھا۔ وہاں کھڑے کچھ لوگ بڑی دلچسپی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور جن کے ضمیر سوتے سے جاگے تھے وہ شرم سے سر جھکا گئے۔ غلطی ان کی تھی بقول کیف کسی کی بیوی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

"معاف کرنا بیٹا۔ ہمیں نہیں پتہ تھا یہ تمہاری بیوی ہے۔ آپ لوگ یہاں نئے آئے ہو اور تمہیں کبھی پہلے ان دونوں کے ساتھ نہیں دیکھا تھا۔ ہمیں ان دونوں لڑکوں نے ہی بتایا تھا۔ یہ طوائف ہے۔ یہاں شریف گھرانوں کے لوگ رہتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے تھے یہ دونوں یہاں سے چلی جائیں۔" وہاں کھڑے لوگوں میں سے ایک بزرگ نے آگے آکر کہا۔

"جی کتنے شریف ہیں آپ لوگ وہ تو دکھ رہا ہے۔ جو عورتوں کو اکیلا سمجھ کر سرعام ذلیل کر رہے ہیں۔"

کیف نے کہتے ہوئے خونخوار نظروں سے ان آدمیوں کی طرف دیکھا۔ جو خود کو سنبھالتے وہاں سے بھاگنے کی تیاری کر چکے تھے۔ کیف کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ وہ فوراً وہاں سے بھاگے۔

"آئی آپ اس کو لے کر اندر جائیں میں ابھی آیا۔" کیف بی جان سے کہتا ان کے پیچھے بھاگا۔ بی جان جو بریرہ کو پکڑے کھڑی تھیں سہارا دیتی اندر لے جانے لگیں۔ باقی سب بھی

وہاں سے جاتے جا رہے تھے۔ تماشا ختم ہو چکا تھا۔ لیکن سب کی زبانوں پر برسوں تک رہنا تھا۔

\*\*\*\*\*

بی جان بریرہ کو سہارا دیتی کمرے میں لے آئیں اور اس کو بیڈ پر لیٹا دیا۔  
 "تم آرام کرو۔ میں تمہارے لیے ہلدی والا دودھ لاتی ہوں۔" وہ اپنی آنسوؤں سے بھری  
 آنکھوں کو رگڑتی کمرے سے باہر نکل گئیں۔ بریرہ کی یہ حالت ان سے دیکھی نہیں جا رہی  
 تھی۔

بریرہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔  
 "کاش۔۔۔ کاش میں آپ کی بیٹی نہ ہوتی ماما۔ تو آج میں اس حال میں نہ ہوتی۔ پتہ ہے کیا  
 قصور ہے میرا؟ میں آپ کی بیٹی ہوں ایک طوائف کی۔" یہ قصور میرا ہے کہ میں آج سر  
 اٹھا کر چلنے کے لائق نہیں رہی۔"

\*\*\*\*\*

بریرہ دودھ پی کر سوچکی تھی۔ بی جان دودھ کا خالی گلاس لیے کمرے سے باہر آئیں تو کیف کو صوفے پر بیٹھا پایا۔ وہ ابھی واپس آیا تھا اور اب صوفے پر بڑی شان سے براجمان تھا۔ وہ کچن میں گلاس رکھتی اس کے سامنے آ کر بیٹھیں۔

کیف اپنے موبائل پر جھکا ہوا تھا۔ بی جان سامنے صوفے پر بیٹھے اپنے زبردستی کے بنے منہ بولے داماد کو دیکھ رہی تھیں۔ نیلی آنکھیں، کالے بال، ورزشی جسم، دراز قد۔ وہ ایشیائی اور یورپی ملے جلے نقوش کا حامل مرد جس نے سر عام اعتراف کیا تھا کہ وہ ان کی بیٹی کا نصیب اس کا شوہر ہے۔ کیف نے ان کی طرف دیکھا۔ نیلے سمندر جیسی آنکھیں موبائل کی روشنی میں اور بھی چمک رہی تھیں۔

"اسلام علیکم!!" کیف نے مسکرا کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!!" بی جان نے سپاٹ چہرے کے ساتھ جواب دیا۔

"کیا نام ہے بیٹا تمہارا؟" بی جان نے کیف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی میرا نام کیف ہے۔ بریرہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔"

"ہم اچھا۔۔۔"

وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ کیف نے بھی واپس موبائل پہ سر جھکا دیا۔ وہ صوفے پر ایسے براجمان تھا کہ جیسے کسی اور کے نہیں بلکہ اپنے ہی گھر میں بیٹھا ہو۔

بی جان نے ایک بار پھر اس خاموشی کو توڑا۔

"تم نے وہ سب کیوں کہا بیٹا؟ تمہیں ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔"

"کیا کہا میں نے؟" کیف نے پلٹ کر بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"یہ ہی کے تم اس کے شوہر ہو۔"

بی جان کی بات پر کیف موبائل ٹیبل پر رکھتا پوری طرح سے ان کی طرف متوجہ ہو کر گویا ہوا۔

"اگر میں یہ نہیں کہتا تو وہ بریرہ پر اور کس کس طرح کے الزام لگاتے آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ میں ان کو آئینہ دیکھا دینا چاہتا تھا کہ وہ لوگ آنکھوں کے اندھے اور کانوں کے کتنے کچے ہیں۔ کوئی ان کو کچھ بھی آ کے بولے گا وہ مان لینگے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے ان آدمیوں کی بات پر انھوں نے فوراً بھروسہ کر لیا ہوگا۔ لیکن میری بات پر ان کو یقین نہیں آیا ہوگا۔ یہ لوگ بس وہ ہی دیکھتے ہیں جو دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر چاہے وہ صحیح ہو یا غلط۔"

رایان کیف کو پہلے ہی یہاں کے طور طریقوں کے بارے میں بتا چکا تھا۔ تاہم اب کیف اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس لیے وہ خود کو اس کا کلاس فیلو بتا کر بریرہ کے لیے کسی تکلیف کا باعث نہیں بن سکتا تھا۔ گو کہ انھوں نے کیف کی بات کا یقین نہیں کیا ہوگا

کہ وہ اس کا شوہر ہے۔ لیکن اس کا غصہ اور جنون دیکھ کر خاموش ضرور ہو گئے تھے۔ یہ بات کیف اچھے سے جانتا تھا اس لیے اب جلد از جلد بریرہ کو یہاں سے لے کر جانا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں پھر بریرہ کو کوئی نقصان پہنچانے آجائیں۔

"لیکن پھر بھی بیٹا۔ تمہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا۔"

"یہ جھوٹ نہیں تھا۔" کیف نے پُر سکون انداز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" بی جان نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب کے میں یہاں بریرہ سے شادی کرنے ہی آیا ہوں۔"

کیف کی بات پر بی جان شاکڈ رہ گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کیف کو دیکھ رہی تھیں۔

"تم اس سے شادی کرنا کیوں چاہتے ہو؟"

"کیونکہ وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔" کیف پھر ڈھٹائی سے جواب دیتا ہوا اپنا موبائل ٹیبل پر سے اٹھانے لگا۔

www.urdu novels mania.com

وہ بریرہ سے بی جان کی محبت دیکھ چکا تھا اور زرگس کی بدولت وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ بریرہ کا اپنا کوئی نہیں۔ بی جان اس کی آیا ہیں۔ اس لیے ان کے سامنے اعتراف کرنے میں کوئی عار نہ تھی۔

"یہ سب دیکھنے کے بعد بھی تم بریرہ سے شادی کرو گے؟" بی جان نے پھر سوال کیا۔



کیف نے اب موبائل جیب میں رکھا اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔  
 "میں لوگوں کی طرح انکھوں کا اندھا اور کانوں کا کچا نہیں ہوں انٹی۔ یونیورسٹی کے سالوں  
 میں جتنا میں نے بریرہ کو جانا ہے۔ مجھے یقین ہے یہ ضرور کوئی غلط فہمی ہے۔ وہ اس طرح  
 کی لڑکی نہیں ہے۔"

"اور اگر میں کہوں یہ سچ ہے تو؟" بی جان نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے  
 پوچھا۔

"اگر وہ ایسی لڑکی ہے بھی تو تبھی میں پیچھے نہیں ہٹنے والا۔" کیف نے مضبوط لہجے میں کہا۔  
 اس کے لہجے کی مضبوطی دیکھ کے بی جان جتنا حیران ہو تیں کم تھا۔

"تم جانا نہیں چاہو گے وجہ کیا ہے ایسا کیوں ہوا؟"

"نہیں۔۔۔" کیف نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جو آپ پر یقین کرتے ہیں اُن کو وضاحت کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس کو آپ پر یقین  
 نہیں وہ آپ کی وضاحتوں پر کیا یقین کرے گا۔ مجھے بریرہ پر پورا یقین ہے۔"

"ایک بار سُن لو بیٹا۔ اس طرح تمہارے دل میں بریرہ کے لیے کوئی میل نہیں رہے گا۔"  
 بی جان اُسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"میرے دل میں اب بھی اس کے لیے کوئی میل نہیں۔"

کیف کی بات پر بی جان خاموش ہو گئیں۔ کیف ان کو خاموش دیکھ کر بولا۔  
 "اگر آپ بتانا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے میں سُننے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن آپ یقین کریں  
 سچ چاہے کچھ بھی ہو بریرہ کی عزت میری نظروں میں کبھی کم نہیں ہوگی۔"  
 کیف سمجھ گیا تھا وہ اس کو حقیقت کیوں بتانا چاہتی ہیں۔ آخر کو وہ ان کی بیٹی سے شادی کرنا  
 چاہتا ہے اس لیے سچ سے واقف ہونا لازم تھا۔

بی جان کا چہرہ چمک اُٹھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی ساری بات بتانے لگیں۔

ماضی :-

گانے کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ گانے کے ایک ایک بول پر وہ تال سے تال  
 ملائی رقص کرنے میں لگی تھی کہ اچانک ڈھب کی آواز آئی اور پورے کمرے میں سناٹا چھا  
 گیا۔

اس کے اوپر اٹھے ہاتھ اوپر ہی رہ گئے۔ ایک ٹانگ زمین پر اور دوسری ہوا میں جھول رہی تھی۔ اس نے چہرہ موڈ کر کھا جانے والی نظروں سے پیچھے کھڑے شخص کو دیکھا جو اسپیکر کا پلگ نکال چکا تھا۔

وہ ہاتھ نیچے کرتی سیدھی کھڑی ہوئی اور پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔  
 "you are being unreasonable Mr. Ahmed"

"کیوں بند کیے اسپیکر؟"

"مجال ہے جو کبھی نماز بھی پڑھ لو۔ ہر وقت شیطان سوار رہتا ہے تم پر جب دیکھو ناچنے گانے میں لگی ہوتی ہو۔ تمہارا یہ ناچنے گانے کا شوق کسی دن بھاری پڑ جائے گا تمہیں  
 آمنہ۔"

"تم اپنی بجواس اپنے پاس رکھو پتہ نہیں میرے ماں باپ نے کیا دیکھ کر تم سے میرا نکاح کر دیا تھا۔ تم ایک انتہائی خشک اور نامعقول انسان ہو۔" وہ کھا جانے والی نظروں سے احمد کو گھورتے ہوئے بولی۔

"تم سے توبات کرنا بیکار ہے۔ خیر!! یہ بتاؤ چچی کہاں ہیں؟" وہ اس کی گھوری کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"پڑوس میں گئی ہیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ کہتا ہوا پلٹ گیا۔ اس کو جاتا دیکھ آمَنہ فوراً اس کے پیچھے بھاگی۔

"سنو۔۔ میری بات تو سنو۔۔ احمد۔۔۔"

وہ رک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "کیا ہے؟" بھنویں اٹھا کر پوچھا۔

آمنہ اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور اس کی گردن میں بازوؤں جمائل کیے۔ احمد اس کے انداز پر حیران رہ گیا۔ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اُسے آنکھوں ہی آنکھوں میں نکلنے کا ارادہ لیے ہوئے تھی۔ اب اتنی مہربانی حیران ہونا بنتا تھا۔

"کیا ہوا؟" احمد نے نرمی سے پوچھا۔

"احمد وہ۔۔۔"

"کیا وہ؟" اس نے ایک ابرو اٹھا کر پوچھا۔

"احمد کل میں یونیورسٹی نہیں جاؤنگی۔"

"ٹھیک ہے مت جاؤ۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"نہیں مطلب میں۔۔۔"

"ارے کیا ہوا؟ بولو بھی۔" احمد ہنوز اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"وہ تم ناکل مجھے یونی کے باہر چھوڑ دینا۔ وہاں سے میں اپنی فرینڈ کے ساتھ اس کے گھر

چلی جاؤنگی۔ تمہیں پتہ ہے اُس کی بہن کیا ڈانس کرتی ہے۔ اُس نے مجھے موبائل میں اپنی

بہن کا ڈانس دکھایا تھا اور میرے لیے اپنی بہن سے بات بھی کر لی ہے۔ وہ مجھے سکھانے کے لیے تیار ہیں۔ پھر تم دیکھنا میں لائے کی شادی میں کیا رقص کرتی ہوں۔ سو نیا تو جل ہی جائے گی۔"

آمنہ جوش میں آ کر اُسے بتا رہی تھی اور احمد پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ کیسے بھول گیا تھا کہ وہ اتنی مہربانی صرف مطلب کے وقت ہی دکھاتی تھی۔ ورنہ بغیر کسی مطلب کے وہ اس کے لیے خشک انسان تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں جانے کی گھر میں بیٹھو سمجھی۔" وہ اس کو آنکھیں دکھاتا ہوا بولا۔

"دیکھو احمد میں کوئی کام تمہاری اجازت کے بغیر نہیں کرتی اس لیے منع نہیں کرونا پلیز۔" وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔

وہ واقعی کوئی کام کرنے سے پہلے احمد سے ضرور پوچھتی تھی۔ مگر احمد اجازت دے یا نہ دے آمنہ وہ کام کر کے ہی چھوڑتی تھی۔ لیکن احمد کو بتا کر گواہ ضرور بناتی تھی تاکہ اماں کی جوتی پڑنے سے پہلے ہی وہ اسے بچالے۔

"بالکل بھی نہیں آمنہ اور تم سے کس نے کہا میں لائے کی شادی میں تمہیں یہ ڈانس وغیرہ کرنے دوں گا۔" وہ غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو احمد زیادہ فری نہیں ہو۔ تمہیں بتانے کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ پر پابندی لگاؤ۔ ویسے بھی میں کونسا اسٹیج پر فارس کر رہی ہوں جو تم غصہ کر رہے ہو۔ ہم لڑکیاں ہی تو ہونگیں گھر میں مہندی کی رسم گھر میں ہی ہے۔" وہ اس کے غصے کو دیکھ کر فوراً بولی۔

"دیکھو احمد منع نہیں کرو نا پلیمز پلیمز صرف فرینڈ کے ہی تو جانا ہے۔ دن میں تو اُن کے گھر کوئی آدمی بھی نہیں ہوتا پلیمز۔" آمنہ کے اس طرح بولنے پر احمد پگھل گیا اور اجازت دے دی۔

"ٹھیک ہے پر میں ہی تمہیں اُس کے گھر چھوڑ دوں گا۔ مجھے اُس کا ایڈریس دے دینا۔"

"مجھے اُس کے گھر کا ایڈریس نہیں معلوم وہ مجھے یونیورسٹی سے پک کر لے گی اور واپس وہیں چھوڑ دے گی۔ تم یونی سے ہی پک کر لینا مجھے۔"

"تو وہ تمہیں گھر آ کر کیوں نہیں لے جاتی؟"

"میرے گھر کا راستہ لمبا پڑے گا یونی سے اُس کا گھر قریب ہے۔"

"ٹھیک ہے پر جلدی آنا دیر مت کرنا۔" احمد نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔" وہ بے نیازی سے ہاتھ ہلاتی وہاں سے نکل گئی اور احمد تاسف سے اُسے جاتا دیکھتا رہا۔

"یہ کبھی نہیں سُدھ سکتی۔"

\*\*\*\*\*

فرقان ملک اور حمزہ ملک دونوں سگھے بھائی تھے۔ فرقان ملک کے دو بچے تھے ایک احمد دوسری چھوٹی بیٹی ماہ نور۔ آمنہ حمزہ ملک کی ایک لوتی اولاد تھی۔ احمد کی عمر تیرہ سال تھی جب کہ آمنہ دس اور ماہ نور چھ سال کی تھی۔

آمنہ کے دس سال کے ہوتے ہی اس کا نکاح احمد سے کر دیا تھا۔ دونوں بھائیوں میں اتنی محبت تھی کہ اپنے بچوں کی شادی آپس میں ہی کروادی۔

دن ہنسی خوشی گزر رہے تھے کہ ایک دن ماہ نور کو شدید بخار نے اپنی پلیٹ میں لے لیا۔ کئی ڈاکٹرز کو دکھانے کے باوجود بخار کم ہی نہیں ہو رہا تھا طبیعت بگڑتی جا رہی تھی کہ اچانک چھ سال کی عمر میں وہ سب کو روتا دھوتا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔

فرقان صاحب اور ان کی بیگم عائشہ بیٹی کے غم میں اُداس رہنے لگے تھے۔ لیکن آمنہ نے اپنے شرارتی پن سے ان کی اُداسی کو کچھ حد تک کم کر دیا تھا۔ وہ ماہ نور کی جگہ تو نہیں لے سکتی تھی لیکن ان کی اُداسی کو کم ضرور کر دیا تھا۔

کچھ سال ہی گزرے تھے کہ فرقان صاحب اور عائشہ بیگم کو اللہ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی پر حج کے دوران دونوں خالق حقیقی سے جا ملے اور ایک پل میں احمد یتیم ہو گیا۔ خوشیوں سے بھر خاندان گموں کی نظر ہو گیا تھا۔

حمزہ صاحب اپنے بڑے بھائی بجا بھی کا غم برداشت نہیں کر پارہے تھے۔ بھائی کی محبت اتنی تھی کہ وہ بیمار رہنے لگے تھے۔ چھوٹی چھوٹی بیماریوں سے وہ کینسر جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو گئے اور ایک دن وہ بھی اپنے پیچھے بیوی، بیٹی اور بھتیجے کو روتا چھوڑ کر چلے گئے۔ فاطمہ بیگم نے بیٹی اور بھتیجے کی پرورش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی دن رات محنت کر کے انھیں پڑھایا لکھایا تھا۔

احمد کی بھی کل کائنات وہ دونوں ماں بیٹی ہی تھیں۔ حمزہ صاحب کے جانے کے بعد وہ آمنہ کا بہت خیال رکھنے لگا تھا۔ آمنہ کے منہ سے نکلی ہر بات کو پورا کرنا اس کا فرض بن جاتا تھا اور اسی پیار کا اکثر آمنہ ناجائز فائدہ اٹھا جاتی تھی۔ لیکن فاطمہ بیگم بھی اُسے قابو میں رکھتی تھیں جہاں احمد اُسے ڈھیل دیتا وہیں وہ اس کی رسی کس دیتی تھیں۔

آمنہ کو ہمیشہ سے ہی ایکٹنگ، ڈانسنگ اور سنگنگ کا شوق تھا۔ اسکول لائف سے لے کر وہ کالج، یونیورسٹی کے تمام ایسے کو پٹیشن میں حصہ لیتی تھی اور جیتی بھی تھی۔ پر آمنہ نہیں جانتی تھی کہ یہ شوق اس کی زندگی میں کیا طوفان لانے والا ہے۔



\*\*\*\*\*

احمد نے گاڑی کو یونی کے گیٹ کے باہر روکا اور گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔  
 "جب تک تمہاری دوست نہیں آتی میں ادھر ہی انتظار کر رہا ہوں۔"  
 "نہیں تم جاؤ۔ تمہیں آفس کے لیے دیر ہو جائے گی وہ بس آنے والی ہوگی۔" آمنہ نے  
 فوراً کہا۔

"Areyou sure?"

احمد نے اس کی طرف دیکھا۔  
 "ہاں ہاں تم جاؤ فکر نہیں کرو وہ بس آتی ہوگی اس کا میسج آ گیا تھا۔ وہ گھر سے نکل گئی ہے  
 اور اب پہنچنے والی ہوگی۔"  
 "ٹھیک ہے۔ پھر میں چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا۔ یونی کا ٹائم ختم ہونے پر میں اسی جگہ پک  
 کرنے آ جاؤں گا۔"  
 "ہاں ٹھیک ہے اللہ حافظ۔" وہ مسکرا کر کستی گاڑی سے اتر گئی۔ احمد بھی گاڑی بڑھاتا نکل  
 گیا۔

آمنہ کو وہاں کھڑے دس منٹ ہی ہوئے ہونگے جب ایک بلیک کلر کی کار اس کے سامنے آکر رکی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر ایک موڈرن سی لڑکی اس میں سے اُتری اور چلتی ہوئی آمنہ کے سامنے آئی۔

"ہائے بیوٹی!!" اُس نے مسکرا کر کہا۔

"دس منٹ سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں انوشے اور تم اب آرہی ہو۔" آمنہ نے خفگی سے کہا۔

"سوری یار بس تھوڑی سی دیر ہوگی۔ خیر!! اب جلدی چلو می تمہارا انتظار کر رہی ہیں پھر انہیں شوٹنگ پر بھی جانا ہے۔"

"تمہاری می مجھے سلیکٹ تو کر لینگی نا انوشے؟" آمنہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں بالکل تم اتنی قابل ہو کہ وہ تمہیں فوراً سلیکٹ کر لینگی۔ بس ایک چھوٹا سا اوڈیشن اور تم سلیکٹ پھر دیکھنا تم پاکستان کی ٹاپ ہیروین میں جانی پہچانی جاؤ گی۔ شو بزیکی دنیا میں تمہارا ایک نام ہوگا۔" انوشے نے مسکرا کر کہا ساتھ ہی ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"لیکن آمنہ تم نے کسی کو بتایا تو نہیں نا؟ وہ کیا ہے نا ہم ایسے چانس کسی کسی کو دیتے ہیں اور تم ہو بھی کافی ٹیلینٹڈ اس لیے میں نے اپنی می سے چانس دینے کی بات کی۔ لیکن ایسے

فیور ہر کسی کو نہیں دیتے۔ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو سب لڑکیاں ایک چانس کے لیے پیچھے پڑ جا ئی سنگی۔ تم سمجھ رہی ہونا؟ "انوشے نے آمنہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں تم فکر نہیں کرو میں نے کسی کو بھی نہیں بتایا۔"

"ہمم گڈ!! اور اپنے اس کزن سے کیا کہا؟ "انوشے نے پھر پوچھا۔

"میں نے کہا تمہاری بہن ڈانس بہت اچھا کرتی ہے مجھے لائبہ کی شادی کے لیے سکھانے کو تیار ہیں اور۔۔۔"

"لائبہ کون؟ "انوشے آمنہ کی بات کاٹ کر بولی۔

"میری خالہ کی بیٹی ہے۔ ہم سب کزنز نے مل کر ڈانس کو پیٹیشن رکھا ہے۔"

"اوہ!! اچھا تو تمہارا کزن مان گیا؟ "انوشے نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اتنی آسانی سے کہاں۔ پہلے تو منع کر دیا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے شادی میں ڈانس کرنے کی لیکن میں بھی آمنہ ہوں منکر ہی چھوڑا۔" آمنہ نے فخر سے کہا۔

"ہاں اس بات میں کوئی شک نہیں تم کچھ بھی کر سکتی ہو۔" انوشے نے مسکرا کر اس کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں وہ تو ہے بس ایک دفعہ میں سلیکٹ ہو جاؤں پھر گھر میں بتاؤں گی۔ اگر پہلے بتا دیتی تو وہ یونی جانا بھی بند کر دیتا میرا جب دیکھو پابندی لگا تا رہتا ہے۔" آمنہ نے منہ بسور کر کہا۔

انوشے کو اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔ وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں جب گاڑی ایک گھر کے سامنے جا کر رکی۔

"گاڑی کیوں رک گئی؟" آمنہ نے انوشے سے پوچھا۔

"کیونکہ کے گھر آگیا اور ملازم دروازہ کھول رہے ہیں۔" دروازہ کھلتے ہی گاڑی اندر بڑھ گئی۔ آمنہ توحیران رہ گئی تھی۔ کیونکہ انوشے کا گھر گھر نہیں محل تھا۔ آمنہ بھی ایک بزنس مین کی بیٹی اور بیوی تھی پر ایسے گھر میں تو وہ بھی نہیں رہتی تھی۔ انوشے آمنہ کی آنکھوں میں حیرت دیکھ کر مسکرا دی۔

"کتنا خوبصورت گھر ہے تمہارا۔" آمنہ نے رشک سے کہا۔

"اندر تو چلو اندر سے اور بھی زیادہ خوبصورت ہے۔" انوشے نے کہتے ہوئے اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ آمنہ بھی اس کے پیچھے چل دی۔ اندر آکر آمنہ ایک ایک جائزہ لے رہی تھی۔ وہ واقعی اندر سے بے حد خوبصورت تھا۔

آمنہ کی نظر ایک کمرے پر پڑی۔ وہاں دروازے کی آڑ میں ایک لڑکی کھڑی تھی۔ آمنہ کے دیکھنے پر اُس نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔

"عجیب ہے۔" آمنہ منہ بناتی سوچ کے رہ گئی۔

انوشے اُسے صوفے پر بیٹھا کے ایک کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

آمنہ وہاں بیٹھی اس کا انتظار کرنے لگی جب ایک ملازم ہاتھ میں ٹرے پکڑے اس کے سامنے آیا اور ٹرے کو ٹیبل پر رکھ دیا۔

"انوشے کہاں ہے؟" آمنہ نے ملازم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"وہ ابھی آرہی ہیں۔ تب تک آپ جو س لیں۔" آمنہ نے اثبات میں سر ہلا کر گلاس اٹھا لیا۔

ابھی اس نے دو گھونٹ ہی لیے تھے کہ اس کا سر بھاری ہونے لگا۔ سب دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا۔ وہ با مشکل ہی اپنی آنکھیں کھول پارہی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے حوش ہو کر صوفے پر گر گئی۔

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

\*\*\*\*\*

اس کی آنکھ کھلی تو خود کو ایک اندھیرے کمرے میں پایا۔ جب اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئی تو چاروں طرف نظر دوڑائی کمرہ بالکل خالی تھا۔ ایک دیوار پر چھوٹی سی کھڑکی بنی تھی۔ جس سے چاند کی روشنی اندر آرہی تھی پر وہ اتنی اونچی تھی کہ اس تک پہنچنا مشکل تھا۔

اُسے وحشت سی ہونے لگی۔ اس نے نظر گھمائی تو ایک دروازہ نظر آیا وہ بھاگ کر دروازے کی طرف آئی۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ زور زور سے دروازہ بجانے لگی۔

"انوشے!! کوئی ہے؟ دروازہ کھولو انوشے۔۔۔ مجھے باہر نکالو۔۔۔ کھولو دروازہ پلیز کھولو۔۔۔"

دروازہ بجاتے کتنی ہی دیر گزر گئی تھی۔ پر کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ وہ تھک ہار کر زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اسے اس جگہ سے وحشت ہو رہی تھی۔ بے بسی کے مارے رونا آ رہا تھا۔ گھروالوں کی فکر الگ ہو رہی تھی۔ وہ صبح کی گھر سے نکلی تھی اور اب رات ہو رہی تھی۔

"میں کہاں پھنس گئی۔۔۔ احمد۔۔۔ احمد مجھے ڈھونڈ رہا ہوگا اور ماما انھوں نے تو رو کر اپنی حالت خراب کر لی ہوگی۔"

اُاف!! اللہ میری مدد فرما۔"

آمنہ نے چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا تبھی دروازے کے باہر اُسے چھن چھن کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ فوراً سیدھی ہو کر کھڑی ہوئی اور ڈر کے پیچھے چلی گئی۔

دروازہ کھلا اور ادھیر عمر خاتون اندر آئیں۔ ان کے پیچھے ایک لڑکی بھی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ واضح دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ دونوں چلتی ہوئی اس کے سامنے آئیں۔ چاند کی مدہم روشنی میں ان کے چہرے تھوڑے واضح ہوئے تبھی آمنہ کے منہ سے نکلا۔

"انوشے!!"

انوشے مسکرائی۔

"ہاں میں۔" اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

آمنہ غور سے اس کو دیکھنے لگی۔ لمبا گھیر دار فراک، پاؤں میں گھنگرو پہنے، چہرے پر بے تحاشا میک اپ لگائے، وہ زیورات سے سچی دھجی کسی سے بھی صبح والی انوشے نہیں لگ رہی تھی۔

"یہ یہ سب کیا ہے انوشے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے کیوں بند کر رہے ہیں؟" آمنہ نے روہانسی ہو کر کہا۔

"ارے تمہیں ابھی تک سمجھ نہیں آیا کیا ہو رہا ہے؟"

"چلو کوئی بات نہیں میں تمہیں بتاتی ہوں کیا ہو رہا ہے۔ یہ جگہ دیکھ رہی ہو پتہ ہے کونسی جگہ ہے؟" آمنہ نے الجھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"یہ "نور جہاں" کا کوٹھا ہے بی بی۔" اس بار وہ عورت اپنی کرخت آواز میں گویا ہوئی۔

آمنہ ایک لمحے کے لیے سُن ہو گئی اس کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسے لگا شاید اس نے کچھ غلط سنا ہے۔

"ک کیا ہے؟" آمنہ بامشکل ہی بول پائی۔

"یہ میرا "نور جہاں" کا کوٹھا ہے آمنہ خاتون۔ اپنے کوٹھے پر ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ "نور جہاں نے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجا کر کہا۔

"نہیں مجھ۔۔۔ مجھے جانا ہے۔ ہاں مجھے جانا ہے۔"

آمنہ کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ اُسے لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے ایک بُرا خواب جو آنکھ کھلنے پر ختم ہو جائے گا پر وہ خواب نہیں تھا حقیقت تھی ایک خوفناک حقیقت۔

آمنہ نے اپنے قدم دروازے کی طرف بڑھائے وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی تبھی انوشے اس کے سامنے آئی۔

"آااااں!! کہاں ہاں؟"

"مجھ۔۔۔ مجھے جانا ہے۔ مجھے جانے دو ماما اور احمد میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ احمد تو پاگلوں کی طرح مجھے ڈھونڈ رہا ہوگا۔ ہاں انوشے وہ ڈھونڈ رہا ہوگا مجھے جانے دو۔"

آمنہ کی بات پر استہزائیہ مسکراہٹ انوشے کے چہرے پر آئی۔



"نہ۔۔۔ نہ آمنہ بی بی اتنی محنت کی ہے آپ کو یہاں لانے میں کتنے پاڑ بیلے ہیں تمہیں ٹریپ کرنے کے لیے اور تم جانے کی بات کر رہی ہو۔" انوشے نے کہتے ہی آمنہ کو دھکا دیا وہ زمین پر جا گری۔

"بہت شوق ہے نا تمہیں ناچنے گانے کا ہاں؟" آمنہ آنسو بہاتی اُسے دیکھ رہی تھی۔

"یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹس کو گانے سنا کر داد وصول کرنے کا بہت شوق تھا نا؟ یہاں تمہاری قدر دانی کے لیے بہت آئیں گے۔ دل کھول کر ناچنا، گانا کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ ویسے اتنا بھی مشکل نہیں تھا تمہیں ٹریپ کرنا۔ ایک ناچنے گانے کی شوقین لڑکی کو۔

ہیروین بننا ہے نا؟ یہاں بہت آئیں گے تمہیں ہیروین بنانے۔" وہ خباثت سے کہتی آمنہ کے سامنے آکر بیٹھی۔

"افسوس لائبرے کی شادی میں تو تم ڈانس نہیں کر سکو گی لیکن یہاں تمہیں پورا پورا موقع ملے گا۔"

"پلیز انوشے اللہ کا واسطہ رحم کرو۔"

"اے!! چپ ابھی ہیروین بننے کا بھوت سوار تھا۔ اب ایک دم پارسا بن گئی۔ واقعی داد دینی پڑے گی بھی بہت بڑی ڈرامے باز ہے تو۔" یہ کہتے ہی انوشے اُٹھی اور ایک زوردار لت آمنہ کے پیٹ پر ماری۔ آمنہ درد سے تڑپ اُٹھی۔

"اس پر نظر رکھنا اور کوئی اس کمرے کی طرف نہ آئے جب تک اس کی عقل ٹھکانے نہیں آجاتی۔"

"بے فکر رہیں نور بیگم یہ یہاں سے ویسے بھی نہیں بھاگ سکتی اس کو یہاں کے راستے تک نہیں پتہ۔"

انوشے کی بات پر آمنہ کو یاد آیا۔ وہ واقعی یہاں کے راستوں کے بارے میں نہیں جانتی۔ انوشے سارے راستے اُسے باتوں میں لگا کر آئی تھی۔ اس لیے آمنہ نے راستوں کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔

وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئیں۔ دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔ آمنہ وہیں اپنا پیٹ پکڑ کر زمین پر بیٹھی آنسو بہاتی رہی۔

ایک لمحہ بس ایک لمحہ لگا تھا۔ عرش سے فرش پر آنے میں۔

آمنہ نے اپنے ہاتھوں کو چہرے کے قریب کیا وہ دعا مانگنا چاہتی تھی۔ یہاں سے نکلنے کے لیے۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہتی تھی پر سارے الفاظ زبان پر آکر دم توڑ گئے۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا بولے۔ وہ خالی خالی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ تبھی اُس کے ہونٹ ہلے۔

"یا اللہ مجھے بچالے، میرے گناہوں کی اتنی بُری سزا نہ دے میرے اللہ۔ تو رحمان ہے رحم کرا اپنی بندی پر۔"

وہ وہاں بیٹھی کتنی ہی دیر دعا مانگتی رہی پھر اُٹھ کر دروازے کی طرف آئی اور دروازہ بجاتے ہوئے مدد کو پکارنے لگی۔ لیکن نہ کسی نے آنا تھا نہ کوئی آیا۔ اُس کی دعاؤں کو عرش پر پہنچنے سے پہلے ہی لوٹا دیا گیا تھا۔

وہ وہیں روتی بلبلی رہی اپنے لیے رہائی مانگتی رہی موت مانگتی رہی پر اُس کی کسی دعا کو قبول نہیں کیا گیا۔

قیامت کی رات تھی جو آمنہ کو عذاب میں مبتلا کر گئی۔

ایک ماہ بعد :-

urdu  
novels mania  
www.urdu novels mania.com

"دل دل میں خود کو پھنسا یا ہے  
خود اپنی ذات کا تماشا بنایا ہے  
پروانے کی بات کیا کرتے ہو  
بشر ہو کے خود کو جلایا ہے

ان روح پہ لگے زخموں کا  
کوئی مرہم ہاتھ نہ آیا ہے

وہ کمرے میں بیڈ پر لیٹی کسی غیر مرنی نقطے پر غور کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عزیت رقم تھی۔

"ایک بار پھر سوچ لو آمنہ اگر تم پکڑی گئیں تو یہ لوگ تمہارا حشر کر دیں گے۔"  
"مجھے اب پرواہ نہیں زینب کیونکہ جس چیز کی حفاظت ایک عورت کو کرنی ہوتی ہے اب وہ میرے پاس رہی نہیں۔" آمنہ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔  
"تمہیں پتہ ہے احمد مجھے ہمیشہ کہا کرتا تھا۔"

"ہر ہاتھ ملانے والا دوست اور ساتھ چلنے والا ہمسفر نہیں ہوتا" لیکن میں اس کی باتوں کا مذاق اڑاتی تھی۔ اُس کی محبت، فکر کو پابندی سمجھتی تھی پر کاش۔۔۔ کاش میں اُس کی بات مان لیتی۔ انوشے پر یقین نہ کرتی۔ میں کیسے ایک انجان پر یقین کر سکتی تھی۔ پھر چاہے وہ ایک عورت ہی کیوں نہ ہو۔ صرف دو تین بار کی ملاقات میں کیسے یقین کر لیا۔ جبکہ جس شخص کے ساتھ بچپن سے جوانی تک کا سفر کیا اُس کی ایک بات نہ مانی۔ اگر تم نہ ہوتیں تو میں تو کب کی خود کشی کر لیتی۔" آمنہ نے درد بھری آنکھوں سے زینب کی طرف دیکھا۔

"جس دن تم یہاں آئیں تھیں۔ اس دن میں نے بہت کوشش کی تھی کئی اشارے کیے تھے کہ تم بھاگ جاؤ پر تم نہیں سمجھیں اور تبھی انوشے کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور وہ میرے کمرے میں آ گئی غصے میں آ کر کہیں کوڑے مجھ پر برسائے پر مجھے اُن کوڑوں نے تکلیف نہیں دی میرا دل تمہارے لیے دکھاتا تھا۔ پر میں بے بس تھی کچھ نہ کر سکی تمہارے لیے۔" زینب نے اُداسی سے آمنہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ ایک تم تھیں جس سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تم نے اس ایک ماہ میں ہر طرح سے مدد کی اور ایک انوشے تھی جس پر بھروسہ کیا دوست مانا لیکن اُس نے کیا کیا۔ میری روح کو زخمی کر دیا۔" ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر بالوں میں جذب ہو گیا دل بھی کچھ ایسے ہی خون کے آنسو رو رہا تھا۔

"تم میری مانو تو موت جاؤ آمنہ۔ یہ دنیا تمہیں نہیں اپنائے گی۔ یہ لوگ تمہارے لیے دنیا تنگ کر دیں گے۔ تمہیں مجبور کر دیں گے خودکشی کرنے پر۔" زینب نے اُسے سمجھانا چاہا۔

"جب اس معاشرے کے مرد یہاں آتے ہیں تو دنیا اُن کو تو نہیں دھتکارتی، اُن کے لیے تو زمین تنگ نہیں کرتی۔ کیوں؟

کیونکہ وہ مرد ہیں اور ہم عورت؟ کیا روزِ محشر اُن کا حساب نہیں ہوگا؟ وہ تو اپنی مرضی سے یہاں آتے ہیں۔ جبکہ ہم۔۔ ہم زبردستی یہاں قید کیے جاتے ہیں۔ اس میں بھی ہمارا قصور ہے؟ "زینب کی بات پر آمنہ بھڑک کر بولی۔

"تمہاری بات صحیح ہے آمنہ پر تمہیں پتہ ہے۔ تکلیف کب ہوتی ہے؟ جب ہمارے اپنے ہمیں نہیں اپناتے۔ دنیا والے قبول نہ کریں تو تکلیف اتنی نہیں ہوتی جتنی اپنوں کے دھتکارنے پر ہوتی ہے۔ کیا اب احمد تمہیں اپنائے گا؟"

زینب کے سوال پر آمنہ خاموش رہی تو زینب پھر بولی۔

"وہ کبھی نہیں اپنائے گا مرد میں اتنا ظرف نہیں ہوتا کہ ایک زانیہ عورت کو اپنا نام دے سکے۔ ہاں لیکن اگر ترس کھا کر تمہیں رکھ بھی لیا اپنے ساتھ تو ساری زندگی تم پر طنز کے تیر چلاتا رہے گا آمنہ اور تم وہ کبھی برداشت نہیں کر پاؤ گی۔"

"میں اپنے گھر نہیں جاؤں گی۔ اب مجھ میں ہمت نہیں اُن کا سامنا کرنے کی۔" زینب کی بات درست تھی اس لیے آمنہ فوراً بولی۔

"تو کیا تم دردِ در پھرتی رہو گی؟" زینب نے غصے سے پوچھا۔

"زینب پلیز میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ ایک ماہ میں نے جس عزیت میں گزارا ہے تم اچھے سے جانتی ہو۔ میں نے نور جہاں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ہر وہ کام کیا ہے جو نور

جہاں چاہتی تھی۔ تاکہ اُن کو مجھ پر یقین آجائے میں اب یہاں سے بھاگوں گی نہیں۔ نور جہاں کا اعتماد حاصل کر کے یہاں سے بھاگنے کا راستہ تلاش کرنا چاہتی تھی اور آخر کار مجھے وہ راستہ مل بھی گیا لیکن تم ہو کے مجھے یہاں روکنے کے درپر ہو۔ "آمنہ نے خفگی سے کہا۔

"میں روک نہیں رہی بس تمہارا بھلا چاہتی ہوں۔۔۔ اچھا۔

چلو بتاؤ تم یہاں سے نکلو گی کیسے؟ "زینب نے تشویش سے پوچھا۔

"میں نور جہاں کے کمرے میں خفیہ دروازہ دیکھ چکی ہوں جو سیدھے پیچھے راستے کی طرف کھلتا ہے۔ آج رات بیماری کا ہانا بنا کر میں کمرے میں ہی رہوں گی۔ جب تک سب لڑکیاں رات گزارنے کے لیے مہمان خانے میں جا چکی ہوں گی۔ تب میں نور جہاں کے کمرے میں جا کر کسی بھی طرح دروازہ پار کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"تمہیں وہ دروازہ کیسے ملا۔" زینب نے اچھنبے سے پوچھا۔

"ایک دن میں نور جہاں کے کمرے کی تلاشی لے رہی تھی تبھی مجھے ایک دیوار کچھ الگ سی لگی کھوکھلی سی دیوار میں نے اُسے دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا تبھی مجھے اُس خفیہ راستے کا پتہ چلا۔" آمنہ نے تفصیل سے بتایا۔

"میں ایک بار پھر اپنی قسمت کو آزمانا چاہتی ہوں۔ پہلے تو میں غلط راستے پر تھی پر اب میں اس دلدل سے جان چھڑالینا چاہتی ہوں اور مجھے پورا یقین ہے میرا اللہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔" آمنہ نے ایک عزم سے کہا اور دل ہی دل میں اپنی کامیابی کی دعا کرتی رہی۔

\*\*\*\*\*

آمنہ کمرے سے باہر نکلی تو بیٹھک اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ رات میں تقریباً آدھی سے زیادہ لڑکیاں مہمان خانوں میں جا چکی تھیں۔ آمنہ اپنی طبیعت خراب کا بہانا بنا کر کمرے میں ہی ٹھیر گئی تھی۔ نورجہاں کا اعتماد حاصل کر لیا تھا اس لیے نورجہاں نے بھی آرام کرنے دیا۔

وہ آگے بڑھتی نورجہاں کے دروازے کے سامنے آکر دروازہ بجانے لگی۔

آج انوشے نے رات باہر گزارنی تھی۔ اس لیے آج موقع صحیح تھا یہاں سے بھاگ جانے کا ورنہ انوشے کی ہر وقت کی نظر میں وہ کچھ نہیں کر پاتی تھی۔ آمنہ نورجہاں کی اتنی خاص ہو گئی تھی ایک مہینے میں کہ انوشے سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ آمنہ کی کسی بھی غلطی کو رنگ



ہاتھوں پکڑنے کے لیے ہر وقت نظر رکھتی تھی لیکن آمنہ نے بھی یہ موقع ہاتھ ہی نہیں لگنے دیا۔

آمنہ کھڑی دروازے کے کھلنے کا انتظار کر رہی تھی کہ تبھی پیچھے سے کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نور جہاں ہی تھیں۔

"یہاں کیا کر رہی ہے لڑکی؟ تیری تو طبیعت خراب تھی نا آرام کر جا کے۔"

"جی نور جہاں بیگم!! لیکن ہمیں آپ سے ضروری بات کرنی تھی اس لیے آنا پڑا۔" آمنہ نور کو دیکھ کر گڑبڑا گئی تھی یکدم سنبھل کر گویا ہوئی۔

"ایسی کیا بات ہے جو رات کے اس وقت کرنے آئی ہے؟" وہ حیران ہوئیں۔

"بہت ضروری بات ہے نور بیگم کوئی آپ کو دھوکا دینے جا رہا ہے اُس کے بارے میں بتانے آئی ہوں۔" آمنہ نے رازداری سے کہا۔

"کیا کون ہے؟ کس میں اتنی ہمت ہوئی یہ گستاخی کرنے کے بارے میں سوچنے کی بھی کون ہے وہ گستاخ؟ ہم وہ حشر کریں گے کہ روح تک کانپ جائے گی۔" وہ غرائیں۔

"اندر چلیں یہاں کھڑے ہو کر نہیں بتا سکتی اندر چل کر بات کرتے ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے آؤں۔" وہ آمنہ کو پیچھے آنے کا کہہ کر اندر کمرے میں چلی گئیں۔ آمنہ بھی ان کے پیچھے چل دی۔

وہ کمرے میں آئے تو آمنہ نے کمرہ لاک کر دیا اور نور جہاں کی طرف دیکھا جو اپنے بیڈ کی چادر ٹھیک کرنے میں لگی تھیں۔ آمنہ ان کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"ہاں لڑکی اب بتا کون ہے؟"

نور جہاں سوال کرتی اس کی طرف مڑی کہ آمنہ نے رومال ان کے منہ پہ رکھ دیا۔

نور جہاں اس سب کے لیے تیار نہ تھیں مزاحمت کرتی ہاتھ پیر چلانے کی کوشش کرنے لگیں۔ لیکن دوا کے اثر سے فوراً ہی بے ہوش ہو گئیں۔

آمنہ نور کو چھوڑ کر آگے بڑھی اور دیوار کے ساتھ لگی ٹیبل کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

ٹیبل خاصی بھاری تھی اکیلی آمنہ کی بس کی بات نہ تھی تبھی دو ہاتھوں نے اس کی مشکل آسان کی۔ آمنہ نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تو زینب تھی جو اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"تم اندر کیسے آئیں؟ میں نے تو لاک لگا دیا تھا۔" آمنہ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ایسا کوئی لاک نہیں جو میں نہ کھول سکوں۔" زینب نے فخر سے کہتے ہوئے دوسری چابی آمنہ کے سامنے کی۔

"میرے پاس اس کمرے کی دوسری چابی ہے جس کو میں نے آج ہی چُرایا ہے۔ تم تو چلی جاؤ گی۔ سوچا آخری وقت تمہارے ساتھ گزاروں۔" آمنہ کو وہ اداس لگی۔

"میں تمہیں بہت یاد کروں گی زینب تم نے میرا بہت ساتھ دیا۔۔ شکریہ!!" آمنہ نے غم آنکھوں سے کہا۔

"اب تم بھی شکریہ کرو گی۔" زینب نے ابرو اٹھا کر پوچھا تو آمنہ ہنس دی۔  
 "چلو اب جلدی کرو لڑکی ورنہ اس بوڑھی کو ہوش آ جائے گا۔" زینب نے نور جہاں کی طرف دیکھ کر کہا۔  
 "ہاں ٹھیک ہے۔"

آمنہ نے کہتے ہوئے زینب کے ساتھ مل کر ٹیبل ہٹائی۔ دیوار نما دروازے کو سلائیڈ کیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر بہت اندھیرا تھا لیکن اس اندھیرے کے پار روشنی تھی آزادی کی روشنی۔ آمنہ نے چہرہ موڑ کر زینب کی طرف دیکھا جو پلکیں جھپک کر آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔  
 "تم بھی چلو زینب یہاں کچھ نہیں رکھا۔"

زینب نے نفی میں سر ہلایا۔ باہر بھی اب کچھ نہیں آمنہ۔ تم جاؤ میں اللہ سے دُعا کروں گی تمہاری مشکلوں کو آسان کر دیں۔

"- I am going to miss you Zaynab"

"میں بھی تمہیں بہت مس کروں گی۔" زینب نے کہتے ہوئے آمنہ کو گلے لگایا کچھ دیر بعد الگ ہوتے ہوئے پھر گویا ہوئی۔

"اپنا خیال رکھنا آمنہ اور یہ بیگ اور چادر لے لو پتہ نہیں باہر تمہیں کچھ کھانے کو ملے گا یا نہیں۔ میں نے بیگ میں کھانا اور سب ضروری سامان رکھ دیا ہے اور یہ چادر اوڑھ لو تاکہ تمہیں کوئی پہچان نہ سکے۔"

آمنہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سب سامان تھام لیا۔

"تم بھی اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ زینب!!"

"اللہ حافظ!!"

ایک آخری بار پھر زینب کے گلے لگ کر وہ آگے بڑھ گئی جانتی تھی پلٹ کر دیکھا تو پھر جا نہیں پائے گی کسی کو چھوڑ کر جانا کتنا تکلیف دے ہوتا ہے اس سے بہتر کون جانتا تھا۔ زینب سے دور جانا تکلیف دے تھا اتنے کم وقت میں اُس نے آمنہ کے دل میں اپنے لیے جگہ بنالی تھی اب جدائی مشکل تھی۔

ٹارچ جلانے وہ سیڑھیاں اُترتی باہر کے دروازے کے سامنے آئی۔ اس کے ہاتھ بُری طرح کپکپا رہے تھے۔ دروازے کی کنڈی کھولی اور باہر نکل آئی۔ خفیہ دروازہ تھا کسی کو اس کے بارے میں نہیں پتہ تھا اس لیے تالا لگانے کی ضرورت نہیں پڑی اور یہ ہی بات

آمنہ کے حق میں بہتر ثابت ہوئی۔ اس نے چاروں طرف نظر گھمائی وہاں کوئی نہیں تھا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یہ محل آگے سے جتنا خوبصورت لگتا تھا پیچھے سے اتنا ہی خوفناک تھا۔ اگر وہ اس راستے سے یہاں آتی تو اُلٹے قدموں واپس بھاگ جاتی۔ اس نے چادر سے خود کو اچھے سے چھپایا اور نقاب لے کر بھاگتی چلی گئی۔

وہ نہیں جانتی تھی وہ کن راستوں پر دوڑ رہی ہے اس کو بس یہاں سے دور نکل جانا تھا جہاں کسی کی گندی نظر اس پر نہ اُٹھے جہاں وہ سکون کی زندگی عزت کی زندگی گزار سکے۔ اسے بھاگتے بھاگتے کتنا ہی ٹائم گزر گیا تھا۔ بیچ بیچ میں رک کر سانس بھال کرتی پھر دوڑنا شروع کر دیتی۔

وہ وہاں سے دو بجے کی نکلی تھی اور اب چار بج رہے تھے۔ بھاگنے کی وجہ سے پیر درد کر رہے تھے ہمت جواب دینے لگی۔ وہ رک کر وہاں موجود ایک دیوار کا سہارا لیتی اپنے پھولے تنفس کو بھال کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے نظریں اٹھا کر آس پاس کا جائزہ لیا تو مانوس سا علاقہ لگا۔

وہ تھوڑا اور آگے بڑھی تو دور سے ہی اپنا گھر نظر آ گیا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی کیا منہ دکھائی ماما کو، احمد کو، لوگوں کو۔

آمنہ نے واپس پلٹنا چاہا پر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آگے بڑھ گئی۔ دل نے بس ایک نظر دیکھنے کی خواہش کی تھی نقاب تو وہ لگائے ہوئی تھی کون پہچانتا اس لیے سوچا ایک بار اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پھر چلی جائے گی۔ دل کو کچھ سکون مل جائے گا۔

آمنہ گھر کے دروازے کے سامنے آ کر رکی پر دروازے پر لگا قفل اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔ اس کی امید ٹوٹ گئی۔ آخری بار دیکھنے کی خواہش دم توڑ گئی۔

وہ یہاں نہیں تھے کیسے ہو سکتے تھے لوگوں کی باتوں سے مجبور ہو کر جانا ہی پڑا ہوگا۔ وہ جو کالک ان کے منہ پر مل گئی تھی اُس کو چھپانے کے لیے جانا ہی پڑا ہوگا۔ ایک آنسو نکل اس کے نقاب میں جذب ہو گیا۔ تبھی کسی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"کون ہو بیٹی؟"

آمنہ نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو سلیمان صاحب تھے۔ ان کے پڑوسی۔ آمنہ ان کو دیکھ کر گڑبڑا گئی پھر خود پر قابو پاتی گویا ہوئی۔

"وہ یہاں جو لوگ رہتے تھے وہ کہاں ہیں؟"

سلیمان صاحب نے اس کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔ اُن کے اس طرح دیکھنے پر آمنہ فوراً بولی۔

"در اصل میں ان کی دور کی رشتے دار ہوں لاہور سے آئی ہوں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں یہ لوگ کہاں ہیں؟"

شکر تھا کہ زینب نے آمنہ کو بیگ اور چادر دے دی تھی۔ وہ بیگ سفری بیگ ہی لگتا تھا اس لیے فوراً بات سنبھال گئی اور ایک تشکر بھری نظر بیگ پر ڈالی۔

"ارے بیٹا اب تو یہ لوگ یہاں نہیں رہتے۔ فاطمہ صاحبہ کے انتقال کے بعد ان کا بھتیجا گھر کو تالا لگا کر چلا گیا۔ کہاں گیا ہے کوئی نہیں جانتا۔"

یہ خبر سُن کر تو آمنہ کے سر پر گویہ پھاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ آنسو تھے جو باہر نکلنے کے لیے بے تاب تھے۔

"انتقال کیسے کیا ہوا تھا؟" اسے اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی سنائی دی۔

"ارے تمہیں نہیں پتہ ان کی بیٹی بھاگ گئی۔ گھر والوں کا منہ کالا کر دیا۔ کتنے عزت دار لوگ تھے لیکن دیکھو بیٹی نے کیا چاند چڑھایا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے اُسے کوٹھے پر دیکھا ہے۔ اب ایسے گھر سے بھاگے گی تو یہ ہی ہوگا۔ صحیح کرتے تھے لوگ جو پیدا ہوتے ہی بیٹی کو زندہ زمین میں دفن دیتے تھے۔ اللہ ایسی اولاد کسی کو نہ دے۔"

خیر!! ہمیں کیا۔ میں چلتا ہوں بیٹی ورنہ فجر کی نماز نکل جائے گی۔ تم بھی جہاں سے آئی ہو وہیں واپس لوٹ جاؤ۔ وہ اب یہاں نہیں رہتے۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

وہ سب سنتے وقت آمنہ نے کتنے ہی آنسو اپنے اندر اُتارے تھے۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی جس کے لیے زینب اسے روک رہی تھی۔ اب اسے زینب کی باتیں صحیح معنوں میں سمجھ آئیں تھیں۔ ان کے جاتے ہی آنسوں پر باندھا بند ٹوٹ گیا۔ وہ آنسو بہاتی وہیں ڈھے گئی۔

"ماما!۔۔۔ مجھے صفائی کا موقع تو دیتے۔ کیوں مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔۔۔ اللہ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا اتنی بڑی سزا کیوں دی؟ تو مجھے موت کیوں نہیں دے دیتا؟

ما۔۔۔ ماما!۔۔۔"

وہ روتی رہی چلاتی رہی کتنا ہی وقت گزر گیا۔ آنسو خشک ہو گئے اور دماغ ماؤف۔  
رات کا سایہ ہٹنے لگا تھا صبح کا اُجالا نکلنے لگا پر اس کی زندگی میں تو اب بھی اندھیرا تھا۔  
وہ بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے پر غور کر رہی تھی کہ اچانک سامنے سے دو آدمی شراب کے نشے  
میں جھومتے ہوئے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔  
اپنی طرف آتا دیکھ وہ فوراً اٹھ کر اندھا دھن بھاگی اب کچھ اور برداشت کرنے کی ہمت نہیں  
تھی۔

آمنہ سیدھی سڑک کی طرف بھاگ رہی تھی۔ وہ سڑک بالکل خالی تھی۔ بائیں جانب سے ایک تیز رفتار گاڑی آرہی تھی۔ آمنہ غائب دماغی کی حالت میں بھاگ رہی تھی کہ بائیں



جانب سے آتی گاڑی کے سامنے آگئی۔ اُس گاڑی والے نے فوری بریک لگایا۔ آمنہ گاڑی سے ٹکرائی پر وقت پر بریک لگنے کی وجہ سے چوٹ نہیں آئی۔ آمنہ زمین پر ڈھکی۔ گاڑی سے وہ شخص نکل کر فوراً باہر آیا۔ آمنہ منہ کے بل زمین پر گرمی پڑی تھی۔ وہ شخص آمنہ کے پاس آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھا اور آمنہ کو سیدھا کیا۔

آمنہ نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی پر اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں وہ نیم بے ہوشی کی طرف جا رہی تھی۔ اُس آدمی نے چہرہ تھپتھپا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی مگر وہ بے ہوش ہو گئی۔ اُس آدمی نے آمنہ کو اٹھا کر گاڑی کی سیٹ پہ بیٹھایا کہ اچانک اُس کے ہاتھ کی گھڑی آمنہ کے نقاب میں اٹکی اور نقاب اتر گیا اور وہ شخص اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی پر سر میں اٹھتی ٹیس کی وجہ سے دوبارہ بند کر لیں۔ اسے اپنا وجود کسی نرم و ملائم بستر پر پڑا محسوس ہو رہا تھا۔

اس کے کانوں میں آوازیں آرہی تھیں گویہ یوں کہ کوئی اسے پکار رہا ہے۔ ایک درد بھری، ایک دُکھ بھری، ایک پیار بھری آواز میں کوئی اس پر جھکا اسے اٹھا رہا ہے۔ آمنہ نے ہلکے سے اپنے ہونٹوں کو جنش دے کر پکارا۔

”احمد“

”یس مائے لیڈی۔“ احمد کی مسکراتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

آمنہ نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ احمد کو اپنی نظروں کے سامنے پایا وہ یکدم اُٹھ بیٹھی۔

”آرام سے۔۔۔ آرام سے لڑکی کس بات کی جلدی رہتی ہے۔“ وہ مسکرا کے بولا۔

”دیکھو آج کا دن کتنا اچھا ہے۔ تمہیں پتہ ہے میں روز آفس کے لیے لیٹ ہو جاتا تھا۔ آج جلدی اُٹھ کر آفس جانے کے لیے گھر سے نکلا اور تم مل گئیں۔ صحیح کہتے ہیں انسان کو صبح جلدی اُٹھنا چاہیے اس میں ہی اللہ کی رحمت ہے۔“ وہ مسکرا کر اُسے بتا رہا تھا۔

آمنہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ ایسے ریکٹ کیوں کر رہا ہے۔ کیا وہ اس کے بارے میں نہیں جانتا جب پوری دنیا کو پتہ ہے تو پھر وہ کیوں ایسے ریکٹ کر رہا ہے؟ وہ صرف سوچ کے رہ گئی بولی کچھ نہیں۔

”کیا ہوا؟ ایسے کیا دیکھ رہی ہو کچھ بولو گی بھی؟“ آمنہ کو خاموش دیکھ کر احمد پھر گویا ہوا۔

آمنہ خاموشی سے بیڈ پر سے اُتری اور صوفے کی طرف گئی جہاں اس کی چادر پڑی تھی۔ احمد جو خاموشی سے بیٹھا اس کی ساری کاروائی دیکھ رہا تھا اس کو چادر اُٹھاتا دیکھ فوراً اُٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"کیا ہوا؟ کہاں جا رہی ہو؟" آمنہ نے کوئی جواب نہ دیا بس خاموشی سے چادر خود پر لینے لگی۔ تبھی احمد نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے چادر چھینی۔

"کیا کر رہی ہو ہاں؟ اب کہاں جا رہی ہو؟ پاگل دکھتا ہوں تمہیں جب دل کرے گا آ جاؤ گی جب دل کرے گا چھوڑ کے چلی جاؤ گی ہاں بولو؟" احمد غصے سے چلایا۔

آمنہ اس کے چلانے سے سہم گئی پہلی بار اس کا غصہ دیکھا تھا۔ وہ ڈر کے پیچھے تھی۔

"سب مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ بہن، ماں باپ، چچا چچی اور تم بھی۔۔۔ پتہ ہے کہاں کہاں نہیں تلاش کیا تمہیں میں نے ہر جگہ ڈھونڈا پر تم نہیں ملیں۔ تمہارے غم میں چچی بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئیں میں اکیلا رہ گیا اور اب جب تم ملی ہو تو تم پھر چلی جاؤ۔ سب مجھے چھوڑ جاؤ۔" یہ کہتے ہوئے احمد رونے لگا تھا۔

آمنہ کا دل دکھا وہ جانتی تھی احمد ہمیشہ سے ہی رشتوں کے معاملے میں کتنا حساس تھا۔ اس کا دل کرا بول دے کہ وہ کہیں نہیں جا رہی اُس کے پاس ہی ہے پر تبھی اس کو اپنے کانوں میں زینب کی آواز سنائی دی۔ جو بول رہی تھی۔

"مرد میں اتنا ظرف نہیں ہوتا کہ ایک زانیہ عورت کو اپنا نام دے سکے۔ ہاں لیکن اگر ترس کھا کر تمہیں رکھ بھی لیا اپنے ساتھ تو ساری زندگی تم پر طنز کے تیر چلاتا رہے گا آمنہ اور تم برداشت نہیں کر پاؤ گی"

"نہیں۔۔ میں نہیں کر سکتی۔" آمنہ کے دل نے کہا تھا۔ جس زبان سے اپنے لیے پیار بھرے لفظوں کے سوا کچھ نہ سنا تو کیسے اُس کے منہ سے اپنے لیے زانیہ کا لفظ سنتی۔  
آمنہ نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا جو احمد کی مضبوط گرفت میں تھے۔ وہ فوراً ہاتھ چھڑاتی تیزی سے کمرے سے باہر بھاگی۔

"سنو!! آمنہ رک جاؤ یا ر۔۔ پلیز رک جاؤ۔ مت جاؤ میں کیسے رہوں گا اکیلے آمنہ۔" وہ چلاتے ہوئے اُس کے پیچھے بھاگا اور اُس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔  
"تمہیں کیوں مجھ پر ترس نہیں آتا ہمیشہ اپنے بارے میں کیوں سوچتی ہو تم؟ کتنی دعائیں مانگی ہیں میں نے اللہ سے کہ تم لوٹ آؤ پر تم واپس جانے کے درپر ہو کیوں؟ جواب دو۔"  
"کیا تم نہیں جانتے؟" آمنہ نے پلٹ کر سوال کیا۔

"سب جانتے ہیں پوری دنیا کو پتہ ہے میں ایک زانیہ عورت ایک طوائف۔۔۔"  
آمنہ بول ہی رہی تھی کہ اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ احمد کا ہاتھ اٹھا اور آمنہ کے منہ پر نشان چھوڑ گیا۔ وہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے آنسو بھاتی احمد کو دیکھ رہی تھی جو اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آئندہ میں تمہارے منہ سے یہ بکواس نہ سنوں۔ مجھے فرق نہیں پڑتا دنیا کیا کہتی ہے کیا جانتی ہے۔ بس میں یہ جانتا ہوں کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے اب تمہیں نہیں کھوسکتا۔"

پلیز آمنہ مت جاؤ میں اکیلا ہو گیا ہوں تم تو مت جاؤ۔

میں قسم کھاتا ہوں کبھی تمہیں کوئی دگھ تکلیف میری طرف سے نہیں پہنچے گی۔ کبھی تمہیں طعنہ نہیں دوں گا۔

میں پوری کوشش کروں گا تمہیں خوش رکھنے کی آمنہ پلیز مت جاؤ پلیز۔ "وہ کہتا ہوا گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔

اُس کو یوں روتا دیکھ آمنہ کے دل میں تکلیف ہوئی۔ اس کی آنکھوں سے بھی آنسو نکلنے لگے وہ بھی اُس کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئی۔

"احد ماما۔۔۔" آمنہ نے روتے ہوئے کہا۔

احمد نے چہرہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جواب اپنی ماں کے غم میں آنسو بہا رہی تھی۔ احمد نے فوراً اُسے اپنے سینے سے لگایا اور دونوں ایک دوسرے کے گلے سے گلے آنسو بہاتے رہے اپنے دگھ درد بانٹتے رہے۔

\*\*\*\*\*

وقت تیزی سے گزر رہا تھا آمنہ اب کوئی نماز نہیں چھوڑتی تھی۔ احمد اُس میں یہ تبدیلی پہلے دیکھنا چاہتا تھا پر اب آمنہ کو اس طرح دیکھ کر اسے تکلیف ہوتی تھی۔

وہ آمنہ کو پہلے کی طرح ہنستا کھیلتا دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ اکثر بچہ بن کر آمنہ کے ساتھ شرارتیں کرتا اور جب آمنہ اس کی حرکتوں کو دیکھ کر کھلکھلا اُٹھتی تو احمد کو اپنے اندر سکون اُترتا محسوس ہوتا۔ اُدھر آمنہ بھی اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا جبے اللہ نے احمد جیسا ساتھی دیا تھا۔ جسے کسی اور بات کی پرواہ نہیں تھی آمنہ اس کے ساتھ تھی یہ کافی تھا۔ آمنہ کیا ہے، اُس کے ساتھ کیا ہوا، دنیا کیا کہتی ہے، ان باتوں سے احمد کو کوئی غرض نہ تھی۔ صحیح معنوں میں ان کی شادی شدہ زندگی اب شروع ہوئی۔ دو سال ایسے ہی گزر گئے اللہ نے آمنہ اور احمد کو اپنی رحمت سے نوازا تھا ان کے گھر بیٹی پیدا ہوئی ”بریرہ“

آمنہ بریرہ کی وجہ سے کافی حد تک مصروف ہو گئی تھی اور ماضی کی باتوں سے باہر نکلنے لگی تھی۔ اس کو اس طرح دیکھ کر احمد بھی خوش ہوتا تھا۔ دنیا مکمل سی لگنے لگی تھی بریرہ کے آنے سے دونوں کی زندگی جنت سی بن گئی تھی۔

بریرہ دو سال کی ہونے والی تھی کہ ایک دن آمنہ اور احمد ڈاکٹر سے بریرہ کا چیک آپ کر اکر گھر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں آتی ایک گاڑی سے بُری طرح ٹکرائے۔

ٹکراتنی بُری طرح ہوئی تھی کہ دوسرے شخص کی گاڑی پلٹ گئی اور احمد کی گاڑی ایک درخت سے جا ٹکرائی۔

اللہ نے بریرہ کو بالکل محفوظ رکھا تھا مگر احمد کو شدید چوٹیں آئیں تھیں اور آمنہ وہ موقع پر ہی دم توڑ گئی۔ صرف چار سال کا ساتھ گزار کر وہ ایک بار پھر احمد کو اکیلا چھوڑ گئی۔ لوگوں نے انہیں ہسپتال پہنچا دیا تھا۔ آمنہ کی خبر احمد پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی اپنے پیاروں کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا دیکھنا کتنا عزیت ناک ہوتا ہے احمد سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ آمنہ کے جنازے میں شریک ہونے والے لوگوں میں سے اکثر آمنہ کو پہچان گئے تھے۔

"ارے تمہیں پتہ ہے یہ گھر سے بھاگ گئی تھی۔" وہاں بیٹھی ایک خاتون نے دوسری سے کہا۔

"اچھا واقعی؟" [www.urdu novels mania.com](http://www.urdu novels mania.com)

"ہاں سنا ہے لوگوں نے تو اسے کوٹھے پر بھی دیکھا تھا یہ ایک طوائف تھی۔"

"استغفر اللہ۔"

پہلی عورت کی بات سُن کر دوسری فوراً بولی اور وہیں تھوڑے فاصلے پر کھڑے احمد سے مزید کچھ سنا برداشت نہیں ہوا تو چلا اُٹھا۔

"نکلیں۔۔ نکلیں آپ لوگ یہاں سے تعزیت کے لیے آئے ہیں یا میری بیوی پر کچھ اچھال نے اب تو وہ اس دنیا میں بھی نہیں رہی لیکن آپ لوگوں کی باتیں کبھی ختم نہیں ہونگی۔ جائیں یہاں سے نکل جائیں۔ مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔"

اچھا خاصہ وہاں تماشا لگ گیا تھا۔ لوگ باتیں بناتے وہاں سے جانے لگے تھے۔ پورا لاؤنج خالی ہو گیا اور وہیں احمد روتا ہوا گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا۔

اس عرصے میں احمد نے خود کو صرف آفس کا ہی کر لیا تھا۔ بریرہ کے لیے احمد نے بی جہاں کو رکھ لیا تھا خود آمنہ کے غم میں یہ تک بھول گیا تھا کہ اُس کی بیٹی کو اُس کی ضرورت بھی ہے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا بریرہ بڑی ہو رہی تھی۔ جب ایک دن وہ اپنے گھر سے باہر کھلیتے بچوں کو دیکھ کر اُن کے پاس گئی۔

"میں بھی تم لوگوں کے ساتھ کھیلوں؟" بریرہ نے وہاں کھلیتے بچوں سے پوچھا۔

"نہیں میری ممی نے منع کر ا ہے تمہارے ساتھ کھیلنے کے لیے۔ تم گندی بچی ہو۔ تمہاری ممی بھی گندی تھیں۔ ہم تمہیں نہیں کھلائیں گے۔ جاؤ یہاں سے۔" ایک بچی نے کہتے ہوئے بریرہ کو پیچھے کی طرف دھکا دیا بریرہ سنبھل نہ سکی اور ایک پتھر پر اس کا سر جا لگا۔ خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔



بی جہاں بھی کچن میں کھڑی بریرہ کو ہی کھڑکی سے دیکھ رہی تھیں۔ بریرہ کو یوں گرتے دیکھ فوراً باہر بھاگیں۔

بی جہاں اُسے لے کر گھر میں آگئیں تھیں۔ ڈاکٹر کو بھی گھر پر بلایا اور احمد کو بھی کال کر کے سب بتا دیا۔

ڈاکٹر بریرہ کی پٹی کر کے جاچکا تھا۔ احمد گھر پہنچا تو بریرہ اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔

بریرہ کو اس طرح بیڈ پر لیٹا دیکھ احمد کو اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔ احمد اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔ بریرہ نے بھی کسی کی موجودگی محسوس کی تو آنکھیں کھول دیں اور سامنے اپنے پاپا کو بیٹھا پایا۔

"پاپا!!"

بریرہ نے احمد کو پکارا تکلیف اس کے چہرے سے ہی واضح ہو رہی تھی وہ اٹھ کر احمد کے گلے لگ گئی۔ احمد نے بھی اس کے گرد بازو پھیلا لیے۔

"یہ کیا ہوا میری گڑیا کو؟" احمد نے پیار سے پوچھا۔

"پاپا میں تو بس اُن کے ساتھ کھیلنا چاہتی تھی۔ میں نے کچھ نہیں کرا تھا پر انہوں نے مجھے

دھکا دے دیا اور میرا سر پتھر سے لگ گیا۔ وہ مجھے گندی بچی بول رہی تھیں اور ماما کو بھی

گندی بول رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ کھیلنے ہی نہیں دیا۔ کیا میں گندی ہوں؟"

وہ معصومیت سے اپنے باپ کی طرف دیکھ کر سوال کر رہی تھی۔ احمد کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔ بی جہاں پہلے ہی بتا چکی تھیں اور اب بریرہ کی یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ ہوا ایک آنسو نکل کر گال پر بہ گیا۔ احمد بریرہ کو گلے سے لگائے بولا۔

"میری گڑیا تو بہت پیاری ہے۔ گندے تو وہ لوگ ہیں۔ آپ کو کسی کے ساتھ کھیلنے کی ضرورت نہیں میں ہونا میں کھیلوں گا اپنی گڑیا کے ساتھ۔"

"واقعی پاپا آپ کھیلا کرینگے میرے ساتھ؟" وہ احمد کا چہرہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں لے کر چمک کے پوچھنے لگی۔

"ہاں میں کھیلوں گا۔ ہم دونوں باپ بیٹی آفس سے آنے کے بعد باہر جایا کرینگے۔ آپ کو کسی کے ساتھ کھیلنے کی ضرورت نہیں ہے میں ہونا بس آج سے گڑیا کے ساتھ اس کے پاپا کھیلا کرینگے ٹھیک ہے۔" احمد نے مسکرا کر کہا باپ کا پیار ملنے پر بریرہ بھی اپنا درد بھول کر باپ کے ساتھ باتوں میں لگ گئی۔

وقت کے ساتھ ساتھ وہ بڑی ہوتی جا رہی تھی اور لوگوں کی باتیں بھی اس کے لیے بڑھتی جا رہی تھیں۔ احمد اس کو اب ٹائم دینے لگا تھا لیکن ایک دوست کی کمی بریرہ کو پھر بھی محسوس ہوتی جب وہ اسکول میں سب کو کھیلتے دیکھتی۔

وقت گزرتا گیا اس نے خود پر خول چڑھالیا۔ اب وہ کسی سے بات نہیں کرتی تھی بس اپنے کام سے کام رکھتی لیکن ایک دوست کی کمی کو شدت سے محسوس کرتی جس سے وہ باتیں کر سکے، جس سے وہ اپنا لچ شیر کر سکے، جس سے لڑے اور پھر منالے لیکن اس کے پاس تو کوئی بھی نہ تھا مگر اللہ نے یہ کمی بھی دور کر دی عنایہ کی صورت میں۔

اللہ نے ایک انسان کے روپ میں اس ننھی پری کے لیے فرشتہ بھیج دیا تھا۔ بریرہ اُس سے کوئی بات نہیں کرتی تھی نہ ہی اُس کی باتوں کا جواب دیتی تھی۔ بریرہ نے جو خول اپنے ارد گرد بنالیا تھا وہ اُس میں ہی سمٹ کے رہ گئی تھی لیکن عنایہ کی کوششوں نے اس دیوار کو گرا دیا تھا وہ خود بریرہ سے باتیں کرتی اُس کو اپنا لچ دیتی۔ اگر بریرہ کو کوئی کچھ بول دیتا تو خود آگے آکر اُس کے لیے لڑتی۔ عنایہ کی محبت اور اپنائیت نے بریرہ کو پھر سے بچپن جینے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ بھی عام بچوں کی طرح کھیلنے لگی تھی ہسنے لگی تھی۔

ادھر ہی ان کے پڑوس میں مسز جمانگیر کی فیملی آگئی تھی۔ مسز جمانگیر ایک دین دار خاتون تھیں۔ وہ اکثر بریرہ کے لیے کھانے بنا کر بھیجتیں اُسے اپنے گھر بلاتیں۔ بریرہ بھی ان کی پُر خلوص محبت کو دیک کر ان کی طرف بڑھنے لگی وہ اکثر ان کے گھر جا کر ان کے ساتھ مل کر گھر کے کام کرواتی۔ مسز جمانگیر کی بیٹی کا انداز لیا دیا تھا۔ اس لیے بریرہ سے صرف کام کی ہی باتیں کرتی تھی اور بریرہ بھی اس کی عادت کو جانتے ہوئے برا نہیں مانتی تھی۔

وقت پر لگا کر اڑتا گیا وہ بڑی ہو گئی اور لوگوں کی باتیں بھی اُسے سمجھ آنے لگیں۔ وہ اکثر ان باتوں کی وجہ سے دل برداشتہ ہو جاتی تھی۔ وہ عادی ہو گئی تھی لیکن پھر بھی کسی نہ کسی بات کو دل پر لگا کر رونے لگتی تبھی احمد نے اس کو امریکہ بھیج دیا وہ چاہتے تھے کہ بریرہ ہمیشہ کے لیے امریکہ شفٹ ہو جائے پر بریرہ کے انکار پر صرف پڑھائی کے لیے اس کو بھیج دیا۔ لیکن اپنا ارادہ اس پر ظاہر کر دیا تھا کہ اس کی پڑھائی مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ خود امریکہ شفٹ ہو جائیں گے تاکہ بریرہ کو یہاں نہ پڑے پر لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بزنس میں ہونے والے نقصان کو برداشت نہیں کر سکے اور ہارٹ اٹیک کے باعث ہسپتال پہنچ گئے۔ بی جان نے بریرہ کو فون کر کے اطلاع دے دی تھی۔ اس کی پڑھائی بھی مکمل ہو گئی تھی وہ فوراً وہاں سے آ گئی۔ زرگس نے اس دوران اس کا بہت ساتھ دیا پر وہ بریرہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئی۔ احمد کی حالت سنبھل نہ سکی اور وہ بریرہ کو بی جان کے حوالے کر کے اس دنیا سے چلے گئے۔ احمد کے بعد بریرہ کو وہ گھر کا ٹنٹے کو دوڑتا کتنی ہی یادیں تھیں باپ بیٹی کی۔ بریرہ اکثر احمد کو یاد کر کے روتی تھی اس لیے عنایہ اور بی جان کے سمجھانے پر اس نے وہ گھر بیچ دیا کچھ لوگوں کی باتوں کا بھی اثر تھا کہ باپ کے اس دنیا سے جاتے ہی لوگوں نے اس کے لیے زندگی مشکل کر دی تھی۔ اس لیے وہ گھر بیچ کر اور آخری بار مسز جہانگیر کے ساتھ وقت گزار کر یہاں چلی آئی تھی۔ سکون کی خاطر یادوں سے چھٹکارے کی خاطر۔۔۔

\*\*\*\*\*

حال :-

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کیف نے چہرہ اٹھا کر بی جان کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

کیف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو بی جان بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئیں۔

"اب میں چلتا ہوں۔" کیف نے کہا تو بی جان کے چہرے پر پریشانی اُتر آئی۔ کیف ان کا پریشان چہرہ دیکھ کر پھر گویا ہوا۔

"فکر نہیں کریں رات ہو گئی ہے اس لیے جا رہا ہوں کل صبح ضرور آؤں گا۔ اپنا اور بریرہ کا خیال رکھئے گا۔"

کیف کے اتنے ہی کہنے پر بی جان کے چہرے کی چمک واپس آگئی۔ وہ اثبات میں سر ہلا تیں گویا ہونیں۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں نیچے تک چھوڑ آتی ہوں۔"

"نہیں آنٹی میں چلا جاؤں گا۔ آپ بریرہ کا خیال رکھیں۔" بریرہ کے لیے کیف کی اتنی فکر دیکھ کر بی جان کو خوشی ہوئی۔

"ارے نہیں بیٹا پہلی دفعہ آئے ہو اچھا نہیں لگتا۔ میں تو تم سے کچھ کھانے پینے کا بھی نہیں پوچھ سکی۔" بی جان کو اب یاد آیا تو شرمندہ ہونے لگیں۔

"کوئی بات نہیں آنٹی میں ویسے بھی یہاں کھانے پینے کے لیے نہیں آیا تھا۔ جس کام سے آیا تھا وہ ہو گیا۔ اب میں چلتا ہوں کل پھر آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ نیچے تک چلوں گی۔" بی جان نے پھر کہا تو اس بار کیف منع نہیں کر سکا اور ان کے ساتھ فلیٹ سے باہر آ گیا۔

"بیٹا اتنی رات ہو گئی ہے آج ادھر ہی رک جاتے۔" وہ پارکنگ ایریا میں آئے جہاں اسلم گاڑی میں بیٹھا کیف کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

"شکریہ آنٹی پر میرا گھر یہاں سے بیس منٹ کے فاصلے پر ہے اس لیے مجھے آپ کا گھر ڈھونڈنے میں بھی زیادہ مسئلہ نہیں ہوا۔"

"تمہیں ایڈریس کیسے ملا؟" کیف کی بات پر بی جان نے فوراً پوچھا تو کیف نے زرگس کی ملاقات سے لے کر مسز جہانگیر کی ملاقات تک ساری بات بتا دی۔

"اچھا۔" بی جان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ نمبر رکھ لیں کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر دے گا۔"

کیف نے بی جان کی طرف اپنا کارڈ بڑھایا اور سر اٹھا کر فلیٹ کی طرف دیکھا تو اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"یہ بوقوف لڑکی!! یا تو مصیبت اس کے پیچھے ہوتی ہے یا پھر خود مصیبت کے پیچھے ہوتی ہے۔" کیف غصے سے بڑبڑایا لیکن آواز اتنی اونچی تھی کہ بی جان نے باخوبی سُن لی۔ جیسے ہی مڑ کر دیکھا تو دہل کے رہ گئیں۔

بریرہ بالکنی میں کھڑی گرل سے نیچے جھانک رہی تھی۔

بریرہ کا انداز دیکھ کر ہی کیف کی چھٹی ہس نے اُسے سِکھل دے دیا۔

"آئیٹھی آپ اس کا دھیان اپنی طرف کریں۔ میں جا کر اسے وہاں سے ہٹاتا ہوں۔" کیف کہتا ہوا اندر بڑھ گیا۔ بی جان آگے بڑھ کر بریرہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگیں۔

"بری بیٹا میری بات سنو پیچھے ہٹ جاؤ گر جاؤ گی بیٹا۔" لیکن بریرہ سُن ہی کہاں رہی تھی۔ اس نے ایک ٹانگ اٹھا کر گرل پر رکھ دی۔

"نہیں بیٹا ہٹ جاؤ۔" بی جان روتے ہوئے بولیں۔

بریرہ نے دوسری ٹانگ بھی اوپر اٹھالی اور گرل پر سے ہاتھ ہٹا دیئے۔

"بریرہ۔۔۔۔" بی جان نے چلاتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

بریرہ گرل سے نیچے لٹکی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ کیف کی مضبوط گرفت میں تھے۔ کیف نے اپنی طاقت لگا کر اُسے اوپر کھینچ لیا۔

"چھوڑو۔۔۔ چھوڑو مجھے نہیں جینا مجھے اور۔ میں مرجانا چاہتی ہوں۔ چھوڑ دو مجھے۔" بریرہ خود کو پھڑانے کے لیے ہاتھ پیر چلا رہی تھی۔ کیف کا دل کرا ایک تھپڑ لگا دے لیکن اس کی حالت پر ترس کھا کر رک گیا اتنے میں بی جان بھی آگئیں تو کیف بریرہ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

بی جان نے روتے ہوئے بریرہ کو پکڑا جو ایک ہارے ہوئے جواہری کی طرح وہیں بیٹھ گئی تھی۔ سب کچھ تو ہار دیا تھا اس نے ماں باپ، عزت، صبر، برداشت اب کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔

"بی جان میں مرجانا چاہتی ہوں۔ مجھ سے اور برداشت نہیں ہوتا اور اب تو پایا بھی نہیں میں جی کر کیا کروں۔" وہ روتے ہوئے بی جان کے گلے لگ گئی۔

"نہ بیٹا ایسے نہیں کہتے۔ مجھ بوڑھی عورت پر رحم کر میرا تیرے سوا کوئی نہیں۔ صبر کر اللہ سب ٹھیک کر دے گا۔" بی جان نے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا۔

کیف خاموشی سے کھڑا بریرہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ واقعی اُسے قابلِ رحم لگی۔

"آئی اے کمرے میں لے چلیں۔"



"ہاں ٹھیک ہے۔"

بی جان سر ہلاتی اُٹھ گئیں اور بریرہ کا بازو پکڑا۔ کیف نے آگے بڑھ کر بریرہ کو اُٹھانے میں مدد کی اور اُسے کمرے میں لاکر بیڈ پر لیٹا دیا۔ کیف نے سائی ڈیٹیل پر پڑے جگ سے گلاس میں پانی نکالا اور اپنی پینٹ کی جیب سے کچھ نکال کر بی جان کے آگے کر دیا۔

"یہ دوائی کھلا دیں اسے آرام آجائے گا۔"

بی جان نے اثبات میں سر ہلا کر دونوں چیزیں تمام لیں پھر بریرہ کو تھوڑا اوپر اُٹھایا اور دوا کھلا کر واپس لٹا دیا۔

بی جان اُس کے پاس بیٹھی بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔  
بریرہ نے آنکھیں بند کر لیں۔

کیف کمرے میں رکھے کاؤچ پر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب بریرہ کے سونے کا یقین ہو گیا تو وہ بی جان سے بولا۔  
www.urdu novels mania

"آئیے اب آپ بھی جا کر آرام کریں۔"

"لیکن بیٹا۔۔۔" بی جان نے کچھ بولنا چاہا مگر کیف ان کی بات کے درمیان میں ہی بولا۔

"یہ اب صبح ہی اُٹھے گی۔ اس لیے آپ فکر نہیں کریں۔ میں نے سلیپنگ پل دی ہے۔ وہ اب نہیں اُٹھے گی۔" کیف اکثر ہی سلیپنگ پلر کا استعمال کرتا تھا اس لیے ہمیشہ اس کے پاس ہی ہوتی تھیں۔

"آپ نے شاید کچھ کھایا بھی نہیں اس لیے پہلے جا کر کچھ کھالیں اور پھر سو جائے گا۔ میں اب چلتا ہوں کل پھر آؤں گا۔" کیف کہتا ہوا اُٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔" وہ اُٹھ کے کیف کے ساتھ دروازے تک آئیں۔  
 کیف خدا حافظ کہتا باہر چلا گیا تو بی جان نے بھی گہرا سانس لے کر دروازہ بند کر لیا۔

\*\*\*\*\*

کیف پارکنگ ایریا میں آکر گاڑی میں بیٹھ گیا اور اسلم کو چلنے کا کہا۔ اسلم جو بڑے مزے سے کانوں میں ہینڈ فری لگائے گا نے سنتا گاڑی کی سیٹ پر سر ٹکائے بیٹھا تھا کیف کی آواز پر ہڑبڑا کر اُٹھا اور سر ہلاتا گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھالے گیا۔  
 کیف شیشے کے پار نظر آتے چاند کو دیکھتا ہوا اپنی سوچوں میں گم تھا جب اسلم کی آواز پر اپنی سوچ سے باہر آیا۔

"سر آپ نے جن دو آدمیوں کے پیچھے بھیجا تھا انہیں پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ کسی لقمان نامی شخص کے آدمی تھے۔" اسلم نے بیک ویو مرر سے کیف کو دیکھتے ہوئے بتایا۔

"یہ لقمان کون ہے؟" کیف نے پوچھا۔

"لقمان یہاں کا جانا مانا بزنس مین ہے۔ لقمان نے بریرہ میڈم کے ڈیڈ احمد صاحب کے ساتھ پاٹرن شپ کی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ احمد صاحب کے بزنس میں نقصان کے پیچھے اسی کا ہاتھ ہے۔" اسلم نے تفصیل سے بتایا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس لقمان کے بارے میں ساری معلومات لا کر دو جلد از جلد اور اس سب کے بارے میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو رایان کو بھی نہیں سمجھے۔"

"جی سر۔"

اسلم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ کیف واپس چاند کی طرف دیکھنے لگا ابھی اسے صرف اور صرف بریرہ کا خیال تھا۔

\*\*\*\*\*

کیف گھر پہنچا تو لاؤنج میں ہی غصے سے بھرے رایان کو دیکھا جو صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے اسی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

کیف نے شکر ادا کر کے وہ رایان کو اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ اب جو بھی تھا بریرہ کا پردہ اسے ہی رکھنا تھا۔

"میں زرا سو کیا گیا تم موقع غنیمت جان کر اکیلے نقل گئے۔ یہاں آتے ہی تمہارے پر لگ گئے ہیں۔ کیا آفت آگئی تھی جو اکیلے ہی بریرہ کو ڈھونڈنے نکل گئے۔ وہ تو مجھے اسلم سے پتہ چل گیا کہ تم بریرہ کے گھر ہو ورنہ تم سے تو کوئی امید ہی نہیں ہے۔" کیف کے اندر آتے ہی رایان شروع ہو چکا تھا۔

کیف جلانے والی مسکراہٹ لیے اس کی باتیں سنتا رہا۔

"تم سے بکواس کر رہا ہوں۔ کچھ بولو گے بھی؟" رایان اس کو مسکراتا دیکھ جل کر بولا۔  
 "وہ دونوں کل یہاں آجائیں گی۔ اس لیے کمروں کی صفائی کروالینا۔ میں تھک گیا ہوں سونے جا رہا ہوں۔ بھوک نہیں ہے اس لیے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ گڈ نائٹ۔"

کیف رایان کی باتوں کو انور کرتا ایک ہی سانس میں بول کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تاکہ رایان کی مزید باتوں سے بچ سکے اور رایان بس اس کو جاتے دیکھتا رہا۔

"اس کی تو میں۔۔۔ غلام سمجھ لیا ہے اپنا۔" رایان سوچتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

بی جان کی آنکھ حسبِ عادت فجر کی نماز کے وقت کھلی انھوں نے اُٹھ کر وضو کرنے کے بعد نماز ادا کی اور بریرہ کے کمرے میں چلی آئیں۔

وہ ابھی بھی سو رہی تھی۔ کیف کی دی ہوئی دوائی کا اثر تھا ورنہ وہ روز اُٹھ کر نماز ادا کرتی تھی۔ بی جان کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں جو حالات کی ستم ظریفی پر آنسو بہاتی سوئی تھی۔ آمنہ کے ماضی کی ایک بے ضرر سی خواہش نے آمنہ کے بعد بریرہ کی زندگی کو بھی عزاب میں مبتلا کر دیا۔

وہ ایک طوائف کی بیٹی وقت گزرنے کے ساتھ خود بھی طوائف کہلانے لگی۔ بچپن میں وہ صرف طوائف کی بیٹی تھی پر بڑے ہوتے ہوتے طوائف کی بیٹی سے صرف طوائف رہ گئی۔ بی جان اس پر دم کرتیں اور اس کی خوشیوں کے لیے اللہ سے ڈھیروں دعائیں مانگتیں کمرے سے نکل گئیں اور کچن میں جا کر ناشتہ بنانے لگیں۔

\*\*\*\*\*

سورج کی کرنیں آسمان پر پھیل چکی تھیں۔ کھڑکی سے چھن سے آتی دھوپ اس کے چہرے پر پڑی تو وہ اُٹھ بیٹھی رات کو رونے کے باعث سر بھاری ہو رہا تھا۔

آنکھیں بھی بامشکل کھول پارہی تھی جب ہی اسے کمرے کے باہر سے باتوں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ اُٹھ کر باہر آئی تو حیران رہ گئی۔

بی جان اور کیف صوفے پر بیٹھے ہنس ہنس کر باتیں کرتے چائے کا لطف اُٹھا رہے تھے۔ ان کے درمیان کی بے تکلفی نے خاصا حیران کر دیا۔

"ارے بیٹا اُٹھ گئیں۔" بی جان نے اسے کھڑا دیکھ کر پیار سے کہا۔

اس نے چہرہ موڑ کر کیف کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ یکدم اسے کل ہونے والا واقعہ یاد آیا تو شرم سے سر جھکا دیا۔

"جی بی جان آپ لوگ باتیں کریں میں ابھی آئی۔" وہ کہہ کر مڑی کہ کیف کی بات پر رک گئی جو بی جان سے کہہ رہا تھا۔

"میں چلتا ہوں بی جان ابھی کچھ کام ہے۔ شام کو لینے آؤں گا تب تک آپ لوگ اپنا سامان پیک کر لیں۔"

کیف کی بات پر بریرہ حیران ہوتی اسے دیکھ رہی تھی اور بی جان وہ تو اس کے منہ سے بی جان سنتے ہی نہال ہو گئیں۔

بقول بی جان کہ چار سو چالیس ولٹ کے ہزار بلب بھی لے کر ڈھونڈیں گیں تب بھی ایسا منہ بولا داماد نہیں ملے گا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔" بریرہ نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔  
 "بی جان میں چلتا ہوں آپ سمجھا دے گا۔" کیف اس کو انور کرتا بی جان سے بولا۔  
 "میں کہیں نہیں جاؤں گی بی جان انھیں بھی سمجھا دیں۔" بریرہ بھی اسی کے انداز میں بولی۔  
 "بی جان۔۔۔" کیف نے معصومیت سے بی جان کی طرف دیکھا تبھی بی جان بریرہ کو آنکھیں دکھا کر حکم دینے والے انداز میں بولیں۔

"اے لڑکی جاؤ جا کر سامان پیک کرو۔" بریرہ تو شاکڈرہ گئی یہ اس کی بی جان تھیں اس کی۔  
 اسے یقین نہ آیا۔

کیف نے دل جلانے والی مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھا اور بی جان کو خدا حافظ کرتا باہر چلا گیا۔  
 www.urdu novels mania.com

بریرہ بھی پیر پختی اندر کمرے میں چلی گئی۔

\*\*\*\*\*

بی جان کمرے میں آئیں تو وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔ بی جان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ اس کے پاس جا کر بیٹھ پر ہی بیٹھ گئیں۔

"کیا ہوا میری بری کو؟" بی جان نے اس کا چہرہ اپنی طرف کر کے پوچھا۔  
 "آپ کو نہیں پتہ؟" بریرہ نے خفگی سے پلٹ کر سوال کیا۔

بی جان مسکرائیں۔

"یہ کیوں آیا ہے یہاں؟" بریرہ نے پھر خفگی سے ہی پوچھا۔

"کیا تمہیں نہیں پتہ کیوں آیا ہے؟" بی جان کے سوال پر اس نے الجھن بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

"وہ تم سے شادی کرنے کے لیے آیا ہے اور تمہارے بارے میں سب کچھ جانے کے بعد بھی تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہے۔" بی جان نے پُر سکون انداز میں سب بتایا۔

"آپ نے اُسے سب بتا دیا؟"

بریرہ بی جان کی بات سُن کر شاکڈ رہ گئی تھی۔ پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولی تو بی جان نے اپنی اور کیف کی رات میں ہونے والی ساری گفتگو اس کے گوش گزار کر دی یہ بھی کہ وہ ان



کے گھر تک کیسے پہنچا۔ بریرہ خاموشی سے آنکھیں پھاڑے انھیں دیکھ رہی تھی تو وہ پھر گویا ہونیں۔

"آج صبح مسز جہانگیر کا فون آیا تھا۔ وہ اپنی اور کیف کی ملاقات کے بارے میں بتا رہی تھیں اور یہ بھی کہا کہ تمہیں بتا دوں۔"

"آپ کو اُسے ماما کے بارے میں نہیں بتانا چاہیے تھا۔" بریرہ نے بی جان کی ساری بات سُن کر بس اتنا ہی بولی۔

"کیوں وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے اُس کو سب معلوم ہونا چاہیے۔"

"پر میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اُس سے کہہ دیں وہ یہاں سے چلا جائے۔" بریرہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ وہی کیف ہے نا جس کا ذکر تم اکثر کرتی تھیں؟"

بی جان کے سوال پر اب کی بار بریرہ نے نظریں اٹھا کر انھیں دیکھا تو بی جان پھر بولیں۔

"میں جب بھی تم سے امریکہ کے بارے میں پوچھتی تو وہاں کا ذکر آتے ہی تمہاری زبان پر

کیف کا ذکر آ جاتا تھا۔ تم اُس پر پہلے غصہ تھیں لیکن غصے کی جگہ آہستہ آہستہ صرف

احسانوں نے لے لی جو اُس نے تمہاری مدد کر کے کرے تھے۔ وہ ہی کیف ہے نا؟"

بی جان نے پھر پوچھا تو بریرہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کوئی بھی مرد منہ اٹھا کر آئے گا اور بولے گا کہ وہ میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو میں مان جاؤ گی سب بتا دوں گی اُسے؟ نہیں میں اُسے دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ یہ وہی کیف ہے جس کو میری بریرہ پسند کرتی ہے۔ تم جب بھی اُس کا ذکر کرتی تھیں تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا بری کہ تم اُس کو پسند کرتی ہو بس بولتی نہیں ہو۔ ایسا ہی ہے نا؟"

بی جان کی بات پر بریرہ جھنپ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔

"میں دیکھنا چاہتی تھی سب جانے کے بعد بھی وہ تم سے شادی کرے گا یا نہیں پر اُس نے پتہ ہے کیا کہا؟" بی جان مسکرائیں۔

"اُس نے کہا اگر تم طوائف ہوتی بھی تو تب بھی وہ تم سے شادی کر لیتا۔ اُس کو فرق نہیں پڑتا وہ صرف تم سے پیار کرتا ہے۔ شادی کرنا چاہتا ہے۔ یہاں بھی صرف تمہارے لیے آیا ہے وہ خالی ہاتھ نہیں جائے گا پھر چاہے تم چاہو یا نہیں۔"

بی جان نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا بریرہ نے نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"تمہیں پتہ ہے کیف کی باتوں پر مجھے اتنی حیرت نہیں ہوتی کیونکہ میں ایک ایسا ہی مرد بہت پہلے دیکھ چکی ہوں۔ جانتی ہو کون؟" بریرہ نے نفی میں سر ہلایا بی جان مسکرا دیں۔

"مجھے اُس میں تمہارے پاپا کا عکس نظر آتا ہے۔ جب مجھے تمہاری ماما کے بارے میں معلوم ہوا میں حیران ہوئی تھی کیا کوئی مرد ایسا بھی ہو سکتا ہے جو سب کچھ جانے کے بعد بھی

اُس عورت کو اپنی زندگی میں شامل کر لے۔ اُسے عزت دے، پیار دے۔ تمہارے پاپا واقعی ایک اچھے بیٹے، شوہر اور باپ ثابت ہوئے۔ مجھے کیف بھی تمہارے پاپا کا عکس لگتا ہے۔ مجھے یقین ہے وہ بھی تمہارے لیے ایک سائے دار شجر ثابت ہوگا۔"

بی جان نے کہتے ہوئے بریرہ کو گلے سے لگا لیا جو باپ کے ذکر پر آنسو بہانے لگی تھی۔

"پر میں پاکستان سے نہیں جاؤں گی لوگ سوچیں گے کہ میں منہ چھپا کر بھاگ رہی ہوں۔"

"پاگل لڑکی اس میں منہ چھپانے والی کونسی بات ہے جب تمہارا منہ بولا شوہر امریکہ میں

رہتا ہے تو تم بھی تو وہیں رہو گی۔ اب اُس کی رخصتی تو ہم امریکہ سے پاکستان نہیں کروا

سکتے۔" بی جان نے اس کے سر پر ہلکے سے ہاتھ مار کر کہا تو وہ ہنس دی۔

"اچھا میں اکیلے نہیں جاؤں گی۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں گیں۔" بریرہ نے ان کے گلے

لگے چہرہ اٹھا کر ان کو دیکھا۔

"اب یہ تو تم اپنے منہ بولے شوہر سے پوچھنا کہ وہ اس بوڈھی کو اپنے ساتھ لے کر جائے

گایا نہیں۔"

"بوڈھی!! ابھی تو آپ جوان ہیں میں تو سوچ رہی ہوں آپ کے لیے بھی ہینڈ سُم سے انکل

کا انتظام کر دوں۔" بریرہ نے شرارت سے کہا۔

"بد معاش!!" بی جان نے مصنوعی غصے سے گھورا اور پھر دونوں ہنس دیں۔

\*\*\*\*\*

"آخر تم کر کیا رہے ہو؟ اب تو بریرہ بھی مل گئی گھر بھی لے آئے ہو تو واپسی کی تیاری کیوں نہیں کرتے؟"

بریرہ اور بی بی جان کو کیف اپنے ساتھ گھر لے آیا تھا۔ انہیں آئے تین دن ہو گئے تھے لیکن کیف نے واپسی جانے کا کوئی نام نہ لیا اور ابھی بھی کیف لیپ ٹاپ اون کیے اپنے کمرے میں بیٹھا تھا جب رایان اس کے سر پر جا پہنچا۔

"مجھے کچھ کام ہے۔" کیف لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے بولا۔

"ایسا بھی کیا کام ہے جس کا مجھے علم نہیں ہے؟"

رایان کے بولنے پر کیف نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اپنے پاس پڑی فائل اٹھا کر رایان کی طرف بڑھا دی۔ رایان فائل تھام کر اُسے پڑھنے لگا۔

"یہ مسٹر احمد کون ہے؟" رایان نے سوال کیا۔

کیف نے اسے ایسے دیکھا جیسے اُس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"اوو!! ہاں ہاں یاد آگیا بریرہ کے ڈیڈ۔" کیف کے یوں دیکھنے پر رایان فوراً بولا۔

"لیکن تم ان سب کا کر کیا رہے ہو؟" رایان ابجھا۔

"بریرہ کے ڈیڈ کو جو بزنس میں نقصان ہوا اُس کے پیچھے لقمان کا ہاتھ تھا۔ جیسے کہ تم اس فائل میں پڑھ چکے ہو۔

میں نے اُس کے خلاف ثبوت اکٹھے کروائے ہیں۔ اس نے صرف مسٹر احمد کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اور بھی لوگوں کے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ میں اس کے خلاف کیس کروانا چاہتا ہوں۔"

کیف کی بات پر رایان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تو پاگل ہے کیف؟ کیوں پرانے پھڑے میں پڑ رہا ہے۔ ہم یہاں بریرہ کو ڈھونڈنے آئے تھے لوگوں پر کیس کرنے نہیں۔"

رایان کو کیف کی بات پر شدید غصہ چڑھا پر کیف اسے کیا بتاتا کہ اب یہ اس کے لیے پرایا پھڑا نہیں ہے۔ اب بات بریرہ کی ہے۔ لقمان نے جو بریرہ کے ساتھ کیا وہ ناقابلِ برداشت ہے اس کے لیے۔

"میں فیصلہ کر چکا ہوں اور میں ایسا ہی کروں گا۔"

"لیکن میں ایسا نہیں چاہتی۔"

اس بار کیف کی بات پر دروازے پہ کھڑی بریرہ نے جواب دیا۔ ان دونوں کی دروازے کی طرف پیٹھ تھی اس لیے بریرہ کو آتے نہیں دیکھ سکے۔

"تمہیں اس معاملے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" بریرہ کمرے کے اندر آتے ہوئے بولی۔

کیف نے رایان کی طرف دیکھا رایان فوراً سر جھکائے کمرے سے باہر چلا گیا۔ تبھی کیف بریرہ کی طرف دیکھ کر گویا ہوا۔

"تمہیں پتہ ہے اُس دن جو آدمی تمہیں فلیٹ سے نکال رہے تھے وہ لقمان کے بندے تھے۔"

"میں جانتی ہوں وہ مجھے مینٹلی ڈسٹرب کرنا چاہتا ہے تاکہ میں اُس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کر سکوں اور اپنے مسئلے میں پھنسی رہوں۔" بریرہ نے سکون سے بتایا۔

"تمہیں پتہ ہے پھر بھی تم اُس کے خلاف کیس نہیں کرو گی؟" کیف بریرہ کی بات پر حیران رہ گیا پھر غصے سے بولا۔

"نہیں!! دنیا کی کوئی عدالت مجھے انصاف نہیں دلا سکتی کیف۔ وہ زیادہ سے زیادہ میرا مالی نقصان پورا کروا دینگے لقمان کو جیل میں ڈال دینگے پھر کیا ہوگا کچھ دنوں بعد وہ جیل سے واپس آجائے گا۔ لیکن میرا نقصان تو ساری زندگی پورا نہیں ہوگا کیونکہ میرے بابا اب کبھی

واپس نہیں آئیں گے۔ اگر لقمان کے خلاف کیس لڑنے سے پاپا واپس آجاتے ہیں تو ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

بریرہ کی بات پر کیف خاموش رہا جانتا تھا دنیا سے چلی جانے والے واپس نہیں آیا کرتے۔  
 "میں اپنا انصاف اللہ کی عدالت سے لوں گی۔ جو بے شک بہترین فیصلہ کرے گا۔ میرے نزدیک ان پیسوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ میرا اثاثہ میرے پاپا تھے۔ جواب واپس نہیں مل سکتے۔"

اس کی بات پر کیف کی آنکھیں نم ہوئیں جسے اس نے پلکیں جھپک کر چھپایا۔  
 "مجھے کسی کے خلاف کوئی کیس نہیں کرنا۔"

بریرہ اپنی بات کہہ کر واپس مڑنے لگی جب کیف کی آواز پر رک گئی۔  
 "کسی کی یوں چھپ چھپ کر باتیں سنا اخلاقیات کے خلاف ہے۔" کیف نے تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔  
 www.urdu novels mania.com

"میں یہاں بی جان کے بارے میں بات کرنے آئی تھی پر تم سے تو بات ہی کرنا بیکار ہے۔" بریرہ پیر پختی باہر نکل گئی۔

کیف مسکراتے ہوئے اس کو جاتے دیکھتا رہا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ زیادہ ہنستا بولتا نہیں تھا لیکن کسی کا دل جلانا ہو تو فوراً اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ جاتی اور بریرہ کو تنگ کرنے میں اسے اور بھی مزہ آتا تھا۔

\*\*\*\*\*

"دومنٹ کے لیے تو برداشت ہوتا نہیں ہے پتہ نہیں پوری زندگی کیسے برداشت ہوگا۔" بریرہ بڑبڑاتی ہوئی کچن میں آئی جہاں بی جان کھڑی کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"کیا ہوا؟"

بی جان نے اس کا غصے سے لال پیلا ہوتا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" بریرہ نے بات ٹالنی چاہی۔

"تو پھر اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟" بی جان نے پھر پوچھا۔

"وہ میں۔۔۔۔۔"

بریرہ بول ہی رہی تھی کہ جب ہی اسلم بھاگتا ہوا کچن میں آیا۔

"بریرہ میڈم آپ کی فرینڈ آئی ہیں۔"



"میری فرینڈ؟" بریرہ نے الجھ کر دوبارہ پوچھا۔

"جی عنایہ نام بتایا ہے اپنا۔" اسلم نے جواب دیا۔

"عنایہ!!" بریرہ فوراً اٹھ کر باہر بھاگی۔ سامنے ڈرائنگ روم میں ہی اسے عنایہ صوفے پر بیٹھی نظر آگئی۔

"السلام علیکم!!" عنایہ نے اس کو آتے دیکھ فوراً سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!! تمہیں کیسے پتہ چلا میں یہاں ہوں؟"

بریرہ اس کو دیکھ کر شاکڈ رہ گئی پھر اس سے پوچھتی وہ بھی آکر عنایہ کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بی بی جان سے پتہ چلا لڑکی۔ تم نے تو مجھے کچھ بتانا نہیں تھا۔" عنایہ نے اسے آنکھیں دیکھا کر کہا۔

"بس سب اتنا جلدی میں ہوا کہ ٹائم ہی نہیں ملا۔" بریرہ شرمندہ سی بولی۔

"یہ تم نے اپنا فون کیوں بند کر رکھا ہے؟ میں نے آج بی بی جان کو فون کرا تو انھوں نے مجھے

سب بتایا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے اور تم لوگ کہاں ہو۔"

"لیکن بی بی جان نے مجھے کیوں نہیں بتایا تمہارے فون کے بارے میں۔" بریرہ حیران

ہوئی تھی۔

"کیونکہ میں نے منع کرا تھا۔ تمہیں کچھ نہ بتائیں میں خود تم سے ملنے آؤں گی۔"

"اتنا سب کچھ ہو گیا تمہارے ساتھ وہاں تم مجھے بتا نہیں سکتی تھیں؟" عنایہ نے خفگی سے کہا۔

"کیونکہ میں تمہارے لیے اور مصیبت نہیں بنا چاہتی۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کوئی تم پر انگلی اٹھائے یا تمہاری زندگی خراب ہو۔" بریرہ نے نم آنکھوں سے کہا۔

آمنہ کا ماضی صرف بریرہ کی نہیں عنایہ کی خوشیوں کے لیے بھی رکاوٹ بن گیا۔ عنایہ کا ایک طوائف کی دوست ہونا اس کا جرم تھا اور یہ ہی وجہ اس کے رشتے میں رکاوٹ تھی۔ مگر عنایہ کی مام ایک اچھی خاتون تھیں انھوں نے کبھی عنایہ اور بریرہ کی دوستی کو غلط نہیں سمجھا وہ اس بات پر یقین رکھتی تھیں کہ جوان کی بیٹی کا نصیب ہے وہ اسے ملے گا ضرور۔

"لوگوں کہ کچھ کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہم سب کی قسمت کا قلم اُس اوپر والے کہ ہاتھ میں ہے لکھا ہے جو نصیبوں میں ملے گا وہ تقدیروں میں بے شک وہ رب بہت مہربان ہے۔ لوگوں کے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

"تم اپنی بکواس بند کرو۔ جب دیکھو فضول بولتی ہو۔ خبردار جو آئندہ ایسی بات کی۔"

خیر! مجھے یہ بتاؤ ہمارے کیف جچو کیسے ہیں؟ وہ تو شکر ہے بی جان سے بات ہوگئی ورنہ تم تو بڑی یسینی نکلی کچھ بتایا بھی نہیں۔ "عناہ نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے شرارت سے کہا۔

"فضول بات مت کرو۔"

بریرہ نے صوفے پر پڑا کٹن اٹھا کر اسے مارا۔ عناہ قہقہہ لگا کر ہنس دی تبھی سیڑھیوں سے اترتے رایان کو ڈرائنگ روم سے کسی انجان نسوانی ہنسی کی آواز سنائی دی وہ کمرے سے نکل کر باہر جا رہا تھا۔ اپنا ارادہ ترک کرتا دانت نکالتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آگیا۔ "ہیلو بیڈیز!!" اس نے چمکتی ہوئی آواز میں کہا۔

بریرہ نے ناگواری سے اسے دیکھا جب کہ عناہ جھنپ گئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" بریرہ نے سپاٹ چہرے سے پوچھا۔

"میں نے سوچا مہمان آئے ہیں مل ہی لوں۔ ہائے!! میرا نام رایان ہے۔ کیف کافرینڈ اور آپ کی تعریف؟" رایان عناہ کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

عناہ اس کی نظروں سے کنفیوز ہو رہی تھی اس لیے خاموش رہی اور سر جھکا لیا۔

"مل لیے اب جاؤ۔" بریرہ نے اسی طرح سپاٹ انداز میں کہا۔

"صحیح!! میرے ہی گھر میں رہ کر مجھے زلیل کر رہے ہیں واہ۔"

رایان نے تیکھی نظروں سے بریرہ کو دیکھ کر سوچا تبھی بی جان ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے کمرے میں آئیں اور بریرہ کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

"السلام علیکم بی جان!!" عنایہ نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!! کیسی ہے میری بیٹی؟" بی جان نے پیار سے پوچھا۔

"الحمد للہ!! بالکل ٹھیک۔"

عنایہ نے مسکرا کر کہا اور اس کے مسکرانے پر رایان اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ عنایہ نے اس کی طرف چہرہ کیا اور غصے سے بھنویں چڑھا کر یوں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو "کیا"۔

رایان نے گڑبڑا کر نظروں کا رخ بدلا پھر بی جان سے گویا ہوا۔

"بی جان پاکستان میں لوگوں کا قد اتنا چھوٹا کیوں ہوتا ہے کیا "complan" نہیں پیتے؟"

رایان نے بریرہ اور عنایہ کے چھوٹے قد پر چوٹ کی۔

دونوں نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"بی جان لوگوں کا قد لمبے کھمبے کی طرح منگل جائے تو اس میں ہماری غلطی ہے؟" بریرہ نے

چبا چبا کر بولا۔ رایان بس دانت نکال کر رہ گیا۔

کیف اور رایان کا قد بریرہ سے کافی لمبا تھا اور اب عنایہ کو دیکھ کر اس کی زبان میں کھلی ہوئی

توبولے بنا نہ رہ سکا۔

"اے لڑکے!! میری بیٹیوں کو تنگ نہیں کرو۔" بی جان نے گھورا۔

"نکل لے رایان اس سے پہلے عزت کا فالودہ ہو جائے۔ اس کیف کے بچے نے صحیح کا ذلیل کر رکھا ہے۔ خود تو اپنی والی کے سامنے ہیر و بنا گھومتا ہے اور میں اُس کی والی کے ہاتھوں اپنی والی کے سامنے ذلیل ہو رہا ہوں۔"

"ہیں میری والی" یہ سوچ کر رایان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

تینوں نے اس ایسے دیکھا جیسے دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"میں چلتا ہوں۔" ان کے یوں دیکھنے پر رایان رہی سہی عزت بچاتا ہوا بولا۔

"ہوں!! جاؤ بیٹا اور کسی اچھے سے سائیکارسٹ کو دیکھا لینا۔" بی جان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ بریرہ اور عنایہ نے مسکراہٹ دبائی۔

"جی۔"

رایان نے فوراً دانت نکال کر کہا تبھی کیف بھی وہیں آگیا اور کسی کی طرف بھی دیکھے بغیر سیدھا بی جان سے گویا ہوا۔

"بی جان ہم باہر جا رہے ہیں۔ آپ کو کچھ چاہیئے؟"

"ارے نہیں بیٹا!! تم لوگ جاؤ بس جلدی آجانا۔"

"جی۔" کیف اثبات میں سر ہلاتا رایان کی طرف مڑا۔

"چلو۔"

"کہاں؟" رایان نے سوال کیا۔

"ابھی تو تمہیں بڑی جلدی لگی تھی واپس جانے کی اُس کا ہی انتظام کرنے جانا ہے۔" کیف نے اسے آنکھیں دکھا کر کہا۔

"مجھے لگتا ہے۔ ہمیں یہاں کچھ اور دن رکنا ہوگا۔" رایان دانت نکال کر کہتا ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا کیف بھی سر جھٹکتا اس کے پیچھے چل دیا۔

"یہ کون تھا؟"

عنایہ نے کیف کی پشت کی طرف اشارہ کیا جو باہر جا رہا تھا۔

"کیف۔" بریرہ نے سر سری سا جواب دیا۔

"اووو!! تو یہ ہیں۔" عنایہ نے شرارت سے کہا۔ بریرہ جھنپ گئی اور بی جان نے مسکراہٹ دبائی۔

www.urdu novels mania.com

"ویسے دونوں امریکہ کے گورے ہی لگتے ہیں۔ لیکن ان کی اردو کتنی صاف ہے۔"

عنایہ کہہ کنسنے پر بی جان اور بریرہ نے اثبات میں سر ہلایا اور چائے پیتے ہوئے باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

وہ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھی جب کیف کمرے میں آیا۔ اس کو نماز پڑھتے دیکھ وہ خاموشی سے کاؤچ پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ نماز سے فارغ ہو کہ جائے نماز اٹھاتی کھڑی ہوئی اور جیسے ہی پلٹی کیف کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" کیف اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ سر ہلاتی جائے نماز رکھ کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ سوالیہ نظریں کیف پر جمائیں جواب خاموشی سے سر جھکائے اپنے جوتوں کو دیکھ رہا تھا۔ کافی دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی پھر اس خاموشی کو کیف کی آواز نے توڑا۔

"میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔"

"کیس لیے؟" بریرہ نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اُس دن کے لیے جب میں نے تمہیں کرسٹن کے ساتھ دیکھ کر باتیں سنائی تھیں۔ میں غصے میں وہ سب بول گیا۔ میں جانتا ہوں تم ویسی لڑکی نہیں ہو لیکن عورتوں کے معاملے میں میری بے اعتباری نے مجھے وہ سب کہنے پر مجبور کر دیا۔"

اُس پارٹی میں میں نے کرسٹن اور اُس کے دوستوں کی باتیں سنی تھیں۔ اُس نے تمہارے ہاتھ مجھے دکھانے کے لیے پکڑے تھے تاکہ میں تم سے بدگمان ہو جاؤ اور کچھ وقت کے لیے وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے اپنے رویے کا احساس ہو گیا تھا۔ میں پارٹی میں بھی

صرف تمہاری وجہ سے گیا تاکہ معافی مانگ سکوں پر مجھے معلوم ہوا کہ تم پاکستان جا چکی ہو۔ یہ سب جانے کے بعد میں اور گلٹی فیل کر رہا تھا کہ میں تم سے معافی بھی نہیں مانگ سکا۔

کیف بول کر خاموش ہو گیا وہ بریرہ کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا پر وہ نہ بولی تو وہ پھر گویا ہوا۔

"ہوسکے تو مجھے معاف کر دینا۔" نظریں ابھی تک جوتوں پر لگی تھیں۔

"میں تمہیں پہلے ہی معاف کر چکی ہوں پر۔۔۔" بریرہ رکی۔

کیف نے اسے سب باتوں میں پہلی بار نظریں اٹھا کر دیکھا۔

"پر تمہارے لیے عورتیں اتنی بے اعتبار کیوں ہیں؟"

بریرہ کے سوال پر کیف نے واپس نظریں جھکا لیں۔ کمرے میں ایک بار پھر خاموشی چھائی اور ایک بار پھر کیف کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا۔

"میں بارہ سال کا تھا۔ جب میرے ماں باپ کی طلاق ہوئی۔ میرے ڈیڈا ماما سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کی ہر خواہش کو کہتے ہی پورا کر دیتے تھے مگر۔۔۔" کیف رکا گلے میں پھندا سا اٹکا تھا۔

"مگر ماما نے ڈیڈ کو چھوڑ دیا اور اپنے پاکستان سے آئے کزن غفار کے ساتھ چلی گئیں کیونکہ وہ ڈیڈ سے زیادہ امیر انسان تھا۔ اُس نے ماما کو اپنی باتوں میں پھنسا لیا۔



میں نے کبھی ماما اور ڈیڈ کو لڑتے نہیں دیکھا تھا لیکن اُس شخص کے آنے کے بعد اُن کی لڑائیاں ہونے لگیں۔ ماما بات بات پر ڈیڈ سے ناراض ہو جاتیں پھر ان سے لڑتیں کہ وہ کبھی ماما کو کچھ نہیں دے سکے۔ سب کچھ تو دیا ڈیڈ نے کیا ہوا جو وہ اُن کے کزن سے زیادہ امیر نہ تھے لیکن ماما کو ہر خوشی دینے کی کوشش کرتے۔

کچھ عرصے ایسے ہی چلتا رہا لڑائیاں بڑھتی گئیں اور ایک دن ماما نے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ ڈیڈ نے اُنہیں سمجھانا چاہا پر وہ نہ مانیں اور ڈیڈ سے طلاق لے کر غفار سے شادی کر لی۔ ڈیڈ نے اُن کی خوشی کے لیے اُنہیں طلاق دے دی تھی۔ پر وہ ماما کے جانے کے بعد بس اپنے کام کے ہو گئے اسی طرح چھ ماہ گزر گئے کہ ایک دن بی بی ہانی میں ڈیڈ کے دماغ کی رگ پھٹ گئی اور وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ پل بھر میں میں یتیم ہو گیا۔

پاکستان سے آئے رشتہ داروں نے مجھے اپنے ساتھ پاکستان لانا چاہا پر میں نہ آیا۔ میں وہیں رہنا چاہتا تھا تب عمر انکل اور مشعل آنٹی نے مجھے سنبھالا۔

ماما نے یہ بھی نہ سوچا کہ اُن کا ایک بیٹا بھی ہے۔ اُنہوں نے کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا یہ نہیں دیکھا کہ مجھے اُن کی، اُن کے پیار کی ضرورت ہے۔

مجھے ہمیشہ سے مکافاتِ عمل پر یقین تھا۔ میں بڑا ہوتا گیا اور اُنہیں ڈھونڈ کر اُن پر نظر رکھنی شروع کر دی۔

میں دیکھنا چاہتا تھا مجھے اور ڈیڈ کو غم دے کر وہ خود کیسے خوش رہتی ہیں اور وہ ہی ہوا۔ جس دولت اور پیسے کے لیے وہ مجھے اور ڈیڈ کو چھوڑ گئی تھیں اُس سب سے محروم ہو کر رہ گئیں۔ ماما کی دوسری اولاد نے باپ کے مرتے ہی انھیں ”اولڈ ایج ہوم“ میں ڈال دیا۔ اُن سے وہ چھت بھی چھین لی جس کے لیے وہ ہمارا گھر تباہ کر گئی تھیں۔“

کیف نے کہہ کر انگوٹھے سے آنکھ کا کونا صاف کیا۔ بریرہ آنسو بہاتی خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

آج اسے احساس ہوا تھا ضروری نہیں کسی کے غلط راستے پر چلنے کی وجہ بُری صحبت ہی ہو۔ لوگوں کے اندر کی ویرانیاں بھی انھیں اس جگہ لے آتی ہیں۔

کیف کے اندر کا بدلاؤ تو پہلے ہی اس گھر میں آ کر دیکھ چکی تھی اور اسے خوشی بھی ہوئی تھی کیف کو یوں نماز قرآن پڑھتا دیکھ کر پروہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا تھا۔ جس نے عورت کو اس کی نظروں میں گر ادیا تھا۔

ماں باپ کی انجانے میں ہوئی خطائیں اور غلط فیصلے بچوں کی زندگی کس طرح متاثر کر دیتے ہیں۔ اسے افسوس ہوا کیف کے لیے۔

”تم سے پہلے میں عورت کا وجود بھی اپنے آس پاس برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ تم پہلی لڑکی ہو جس پر میں نے اعتبار کیا۔ جب تم نے لقمان کے خلاف کیس سے منع کرا تھا یہ کہہ کر کہ

تمہارے نزدیک پیسوں سے زیادہ تمہارے پاپا کی اہمیت ہے تو مجھے فخر محسوس ہوا تھا کہ میں نے تمہیں چنا، اللہ نے تمہیں میرے لیے بنایا۔

میں کوشش کروں گا بریرہ کہ تمہیں ہر خوشی دوں کسی چیز کسی نہ رہے بدلے میں تم بس مجھ سے وفا کرنا۔"

کیف کی بات پر بریرہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ بہت مشکل لگ رہا تھا۔ طوائف جیسی شناخت اور ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا جس کے لیے عورت پہلے سے بے اعتبار ہو۔

کیف کاؤچ سے اٹھا اور بریرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم فکر نہیں کرو بریرہ۔ وہ تمہاری ماں کا ماضی تھا۔ ہم اپنے حال میں رہ کر زندگی گزاریں گے۔ ماضی کا ذکر کبھی ہمارے حال میں نہیں آئے گا۔ لڑائی میں بھی نہیں یہ میرا وعدہ ہے۔"

www.urdu novels mania.com

بریرہ نے سر اٹھا کر حیرت سے اسے دیکھا وہ کیسے سمجھ جاتا تھا وہ کیا سوچ رہی ہے۔

"وعدے ٹوٹ جاتے ہیں کیف۔" بریرہ نے مدہم آواز میں کہا۔

"میں اپنے رب کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں مرجائوں گا پروعدہ نہیں توڑوں گا۔" کیف نے مسکرا کر کہا بریرہ بھی ہولے سے مسکرا دی۔

کیف پلٹ کر جانے لگا جب بریرہ نے پیچھے سے پکارا۔

"کیف!!"

اس نے مڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ تمہاری ماں ہیں کیف۔ جیسی بھی ہیں وہ پھر بھی ماں ہیں۔ میں سمجھ سکتی ہوں اُن کی وجہ سے تمہاری زندگی میں بہت محرومیاں آگئیں لیکن ماں جیسی بھی ہواں ماں ہوتی ہے اس کا کوئی نفع عمل بدل نہیں ہوتا۔ جو اُن کی دوسری اولاد نے کیا وہ تم مت کرو۔ تم امریکہ جا کر اُن کو اولڈ ایج ہوم سے گھر لے آنا۔

جو پیار تم اُن سے پہلے حاصل نہ کر سکے وہ اب کر لو۔ زندگی تمہیں ایک بار پھر موقع دے رہی ہے۔ ایک بار موقع ہاتھ سے نکل جائے تو آپ کی قسمت لیکن دوسری دفعہ موقع ہاتھ سے نکل جائے تو آپ کی بیوقوفی ہوتی ہے۔ پتہ ہے کیف مومن وہ ہوتا ہے جس کا دل دنیا کہ ہر ایک انسان کی بُرائی سے پاک ہو۔ اس دل میں کسی کے لیے کچھ بُرا نہ ہو پھر وہ تو تمہاری ماں ہیں۔ اُنہیں وہاں مت رہنے دو۔"

کیف خاموشی سے کھڑا اس کو سنتا رہا اس کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی آگئی تھی۔ وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے چلا گیا۔ بریرہ افسردگی سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔ وہ اس کے دُکھ کو اچھے سے سمجھ سکتی تھی۔

ایک ماں کے غلط فیصلے اور ایک ماں کی غلط خواہشوں نے دونوں کی زندگیوں میں خلا پیدا کر دیا تھا جس کو بھرنے میں وقت لگتا تھا۔

\*\*\*\*\*

دو ماہ بعد :-

وہ کھڑا سامنے بنی عمارت کو نم آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

اپنی سوچوں میں گم ساکت کھڑا تھا۔ جب کانوں میں پڑنے والی آواز پر اپنی سوچ سے باہر آیا۔

"کیا سوچ رہے ہو کیف؟"

بریرہ نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ جس کی نظر ابھی بھی سامنے تعمیر عمارت پر لگی تھیں۔

بریرہ اور کیف کو پاکستان سے امریکہ آنے ایک ماہ ہو گیا تھا رایان اور عنایہ کی ملاقات کے بعد رایان نے اپنے پیرنٹس کو پاکستان ہی بلایا تھا اور بی جان کے ذریعے عنایہ کے گھر والوں سے مل کر رشتے کی بات بھی کر لی تھی۔

رایان کی ماں کو عنایہ ایک نظر میں ہی پسند آ گئی تھی اور اُن کی مشرقی بھولانے کی خواہش بھی پوری ہو گئی تھی اور کیا چاہیے تھا۔

ادھر عنایہ کی مام کو بھی کیا اعتراض ہونا تھا بیٹھے بٹھائے اتنا اچھا رشتہ گھر آ گیا تھا اس لیے انھوں نے بھی ہاں کر دی اور لگے ہاتھوں دونوں کی منگنی کی رسم ادا کر کے ایک سال بعد شادی کی تاریخ بھی دے دی۔

اس سب میں سب سے زیادہ خوش بریرہ اور عنایہ تھیں۔ بچپن میں جو ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ رہنے کے وعدے کیے تھے۔ وہ اللہ نے پورے کروا دیئے تھے۔ رایان کے ذریعے عنایہ بھی امریکہ آرہی تھی۔

اسی دوران بریرہ کو لقمان کی موت کی خبر بھی ملی تھی۔ لقمان روڈ ایکسپریس میں ٹرک کے آگے آکر بُری طرح کچل گیا تھا۔ جس نام، شہرت اور پیسے کے لیے وہ لوگوں کو دھوکا دیتا تھا وہ سب دنیا میں ہی رہ گیا تھا اگر کچھ ساتھ گیا تھا تو وہ تھے اُس کے اچھے بُرے اعمال۔

بریرہ کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا کیونکہ کوئی بھی چیز اُس کے پاپا کو واپس نہیں لاسکتی تھی۔

بریرہ نے کیف سے بی جان کو ساتھ لے جانے کی بات بھی کر لی تھی خود کیف کا بھی یہ ہی ارادہ تھا۔ بی جان کا بریرہ کے سوا کوئی نہیں تھا تو اُن کو اکیلا چھوڑنا کیف کو اچھا نہیں لگا اس لیے رایان کی منگنی کے بعد سب ساتھ امریکہ آ گئے۔

امریکہ آتے ہی کیف نے سب سے پہلا کام اپنے نکاح کا کیا تھا۔ نکاح کے دوران عمر صاحب اور اشعر نے بریرہ کے باپ بھائی کا حق ادا کرا۔ بریرہ کو عمر صاحب کی فیملی بہت اچھی لگی تاہم یوں سب کی موجودگی میں وہ ایک پاکیزہ اور خوبصورت رشتے میں جڑ گئے۔

نرگس کو بھی اس نے نکاح میں بلایا تھا اور نرگس سے ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ رایان نے پاکستان میں بزنس میٹنگ کے بہانے بریرہ کا ایڈریس لیا تھا کہ بریرہ کہ پاس جا کر اُس کہ ڈیڈ کی بھی تعزیت کر لینگے۔ اور اب بریرہ کو ان کے ساتھ دیکھ کر نرگس نے رایان کی ٹھیک ٹھاک خبر لی تھی اُس کے جھوٹ بولنے پر۔ بریرہ ان دونوں کی نوک جھونک دیکھ کر مسکرا دی تھی۔ دنیا مکمل سی لگ رہی تھی بس کسی تھی تو ابریش (کیف کی ماں) کی۔

وہ چاہتی تھی کہ ان کے نکاح پر وہ بھی شامل ہوں لیکن کیف کچھ سُننے کے لیے تیار ہی نہ تھا اور اگر سُن بھی لیتا تو اگنور کرتا ہوا کمرے سے منکل جاتا۔ ماں بیٹے کے بیچ کھڑی اتنے

سالوں کی دیوار کو گرانا مشکل تھا پر ناممکن نہیں اور آج بریرہ اس میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔۔۔۔

"مجھ میں ہمت نہیں ہے بری ان کا سامنا کرنے کی۔" کیف سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔  
بریرہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔  
"ماں ہیں وہ کیف۔ اُن کے پاس جانے میں کیسی ہچکچاہٹ۔" بریرہ کیف کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"اگر وہ میرے ساتھ نہ آئیں تو؟" کیف نے چہرہ موڑ کر بریرہ کو دیکھا۔  
"وہ آجائیں گی کیف اپنے بیٹے کے پاس واپس۔" بریرہ نے مسکرا کر کہا۔ کیف نے اثبات میں سر ہلایا اور بریرہ کا ہاتھ تھامے سامنے بنے "اولڈ ایج ہوم" کے اندر چلا گیا۔

\*\*\*\*\*  
www.urduNovelsMania.com

یہ اولڈ ایج ہوم کے اندر بنا بڑا سا سرسبز لان تھا۔ یہاں کئیں عورتیں گھانس پر بیٹھی شام کی چائے کا لطف اُٹھا رہی تھیں۔ وہیں ایک کونے میں لگی بیچ پر بیٹھی وہ عورت آسمان پر



اڑتے پرندوں کو ساکت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ عین اسی وقت کسی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ماما!!"

ابریش نے چہرہ موڑ کر اپنے دائیں جانب دیکھا جہاں وہ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ کھڑا تھا۔ ابریش خالی خالی نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

کیف چلتا ہوا ابریش کے پاس آیا اور اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر گھانس پہ ہی بیٹھ گیا۔ ابریش کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں جیسے پہچان نے کی کوشش کر رہی ہو۔

"ماما۔۔ میں۔۔ میں کیف۔۔ آپ۔۔ آپ کا بیٹا کیف حیدر۔" کیف نے اٹکتے ہوئے کہا۔ ابریش یہ نام سُن کر شاکڈ رہ گئی۔ کتنے سالوں بعد وہ یہ نام سُن رہی تھی۔ جس بچے کو وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ آج وہ ایک بھرپور مرد کی صورت اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ ابریش کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی اور مدہم سی آواز اس کے ہونٹوں سے نکلی۔ "کیف میرا بچہ" اور عین اسی وقت وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ اپنا سر کیف کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔

"مجھے۔۔ مجھے۔۔ معا۔۔ معا کر دو میرے بیٹے۔ میں نے تمہارے اور تمہارے ڈیڈ کے ساتھ بہت زیادتی کی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ میں آج تنہا رہ گئی۔ یہ مکافاتِ عمل ہے جو آج میں یہاں ہوں۔ میں تم دونوں کو چھوڑ آئی تھی۔ آج سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ ہو سکے تو

اس بوڑھی ماں کو معاف کر دینا کیف۔ "وہ سر اٹھا کر روتے ہوئے کہنے لگی تھیں کہ اچانک کیف کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"یہ کیا کر رہی ہیں آپ کیوں مجھے گناہ گار کر رہی ہیں۔" کیف نے ان کے ہاتھوں کو الگ کیا۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں ماما بلکہ میں آپ کو گھر لے جانے آیا ہوں۔ آپ چلیں گی نا؟" کیف نے امید بھری نظروں سے ابریش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ابریش نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اس لائق نہیں بیٹا۔ میری یہ ہی سزا ہے کہ میں اپنی باقی کی زندگی ادھر ہی گزار دوں۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"ڈیڈ بھی مجھے چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے۔ اب آپ بھی مجھے اکیلا چھوڑ دیں گی؟" کیف کہنے پر ان کے رونے میں اور تیزی آگئی۔ وہ روتے ہوئے کیف کے گلے لگ گئیں۔

بریرہ دور کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ آج ماں بیٹے کا دن تھا اس لیے وہ ان کے پاس نہیں گئی۔ ان دونوں کو گلے لگے دیکھ بریرہ نے چہرہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ غم آنکھیں اپنے رب کی شکر گزار تھیں۔ آزمائشیں ختم ہوئیں تھیں سب کو اپنے صبر کا پھل مل گیا تھا۔

کیف ابریش سے الگ ہوا اور ہاتھ بڑھا کر ان کے آنسو صاف کیے۔

"اب اپنی بہو سے بھی مل لیں۔" کیف نے بریرہ کی طرف اشارہ کیا جو کھڑی انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔

ابریش نے بریرہ کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر پاس آنے کا اشارہ کیا۔ بریرہ چلتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

"اپنی بہو سے ملیں۔ بے نابالکل بندریا جیسی۔" کیف نے شرارت سے کہا۔ بریرہ نے گھور کر اسے دیکھا۔ ابریش نے اپنی بے ساختہ امداد آنے والی مسکراہٹ دبائی۔

"نہیں ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔" اس نے بریرہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔

"اللہ تم دونوں کو خوش رکھے۔" ابریش نے کہتے ہوئے دونوں کو ساتھ گلے لگایا۔

بریرہ نے ابریش کے گلے لگے کیف کو دیکھا اس کی آنکھوں میں اشارہ تھا کہ "گھر چلو پھر بتاتی ہوں کون بندریا۔"

www.urdu novels mania.com

کیف نے ابریش کی کمر کے پیچھے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بریرہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔ کیف نے مسکراتے ہوئے آنکھ ماری۔ بریرہ اسے گھورتی دھیرے سے مسکرا دی۔

اب ان کی نوک جھونک اور شرارتیں ساری زندگی چلنی تھیں۔

اندھیری رات کے بعد روشنیوں سے بھری صبح نے ان کی زندگیوں میں دستک دے دی تھی اور اب ان کی محبتوں اور خوشیوں کو بڑھتے ہی چلے جانا تھا۔

ختم شد۔

